

قرآن مجید

ہر انسان کے لیے رہنمای کتاب

محمد اقبال ملّا

قرآن مجید

ہر انسان کے لیے رہنمای کتاب

محمد اقبال مُلّا



مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشورز، نئی دہلی ۲۵

ترتیب

	پیش لفظ
۵	
۸	کتاب کے مطالعہ سے پہلے یہ چند باتیں
۹	قرآن مجید کیا ہے؟
۱۵	قرآن مجید۔ بعض ضروری معلومات
۱۸	وہی کیا ہے؟
۱۸	وہی کے بنیادی عناصر
۱۹	وہی الہی انسان کی کس ضرورت کو پورا کرتی ہے؟
۲۱	وہی اور عقل
۲۳	قرآن مجید کا مرکزی موضوع کیا ہے؟
۲۶	قرآن مجید کی بعض امتیازی خصوصیات
۲۶	۱۔ قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے
۳۳	۲۔ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے ہے
۳۵	۳۔ قرآن مجید محفوظ کلام الہی ہے
۳۹	۴۔ قرآن مجید میں اختلاف اور تضاد نہیں ہے
۴۱	۵۔ قرآن مجید حضرت محمدؐ کی تصنیف نہیں ہے
۴۲	۶۔ قرآن مجید چھل کتابوں کی تصدیق کرتا ہے
۴۳	۷۔ قرآن مجید غور و فکر کا داعی ہے

- ۸- قرآن مجید کتاب ہدایت ہے
- ۹- قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے
- ۱۰- قرآن مجید کا پیغام اور تعلیمات آفتابی ہیں
- ۱۱- قرآنی نظریہ پر فرد اور سماج کی تعمیر کی گئی ہے
- ۱۲- قرآن مجید آج کے انسان کے مسائل سے بحث کرتا ہے
- ۱۳- قرآن مجید زندگی میں توازن اور اعتدال برقرار رکھتا ہے
- ۱۴- قرآن مجید میں حیات اور کائنات متعلق بنیادی سوالات کے معقول جوابات ہیں
- ۱۵- قرآن مجید کی تعلیمات علم و عقل سے مطابقت رکھتی ہیں
- ۱۶- قرآن مجید کسوٹی ہے
- ۱۷- قرآن مجید کی قدریں انسانی اور آفتابی ہیں
- ۱۸- قرآن مجید ہی کیوں؟
- ۱۹- عالم انسانیت پر قرآن مجید کے احسانات
- ۲۰- قرآن مجید سے ہدایت پانے والے اور اس سے محروم رہنے والے کون ہیں؟
- ۲۱- ہدایت پانے والے
- ۲۲- ہدایت سے محروم رہنے والے
- ۲۳- قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات
- ۲۴- (الف) توحید
- ۲۵- (ب) رسالت
- ۲۶- (ج) آخرت
- ۲۷- قرآن مجید سے متعلق حضرت محمدؐ کی چند دعائیں
- ۲۸- مطالعہ قرآن مجید سے متعلق چند مشورے کتابیات

پیش لفظ

ہمارے ہم وطن بھائیوں اور بہنوں کے سامنے، انسانوں کے خالق، مالک، آقا اور معبد وِ حقیقی کی آخری کتاب کے صحیح تعارف کی آج بھی بہت ضرورت ہے۔ یہ تعارف صرف کتابوں، فولڈر س، لیکچر س، سمیناروں اور کانفرنسوں ہی کے ذریعہ کافی نہیں ہے۔ قرآن مجید کے تعارف کا اصل کام تو اس وقت ہو گا جب اس ملک کے مسلمان قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کہ ہی میں قرآن مجید کے پیغام، تعلیمات اور ہدایت کو بھر پور جدوجہد کے ذریعہ ہاں کے باشندوں تک پہنچانے کی ہدایت فرمائی تھی۔ اس کا ہم پہلو یہ تھا کہ جتنا قرآن مجید نازل ہوا تھا وہ حضرت محمد ﷺ اور ان کے پاکیزہ اصحاب کی مبارک زندگی میں عملاً اس کا نمونہ موجود تھا۔

قرآن مجید کے تعارف کی اصل ذمہ داری مسلمانوں کی تھی۔ کچھ استثنائے ساتھ یہ کام ہر زمانے میں ہوتا رہا۔ اس کے اچھے اثرات بھی سامنے آئے۔ لیکن بالعموم مسلمانوں کا طرزِ عمل قرآن مجید کے معاملے میں کچھ ایسا رہا گا جو یا یہ ان کی قومی کتاب ہے، اور دیگر قوموں اور اہل مذاہب کے لیے دوسری کتابیں ہیں۔ جب کہ قرآن مجید کو نازل کرنے والے رب کائنات نے اپنے آخری پیغمبر پر یہ کتاب ہدایت تمام انسانوں کے لیے نازل فرمائی۔ ہر انسان کا یہ حق ہے کہ اس کتاب تک اس کی رسائی ہو۔ وہ مطالعہ کر کے سمجھ لے کہ اس کا خالق کیا چاہتا ہے؟ اس کی مرضی کو کیسے پورا کیا جائے؟ مقصد تخلیق کیا ہے؟ اس کی تکمیل کا راستہ کون سا ہے؟ دنیوی فلاح و کامرانی اور اخروی نجات کے لیے خالق کی طرف سے عطا کردہ نظام زندگی کیا ہے؟ امید ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے وطنی بھائیوں اور بہنوں میں قرآن مجید کے مطالعہ

کا جذبہ پیدا ہوگا۔ وہ اپنی زندگی کو با مقصد و بامعنی بنانے اور خداشناست (God Consciousness) کے لیے قرآن مجید کی طرف رجوع کریں گے۔ روحانیت کے حصول، اعلیٰ اخلاق و کردار کی تعمیر، بندوں کی خیرخواہی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی راہ قرآن مجید بتاتا ہے۔ اس معاملے میں قرآن مجید کا کوئی بدل نہیں ہے۔ قرآن مجید کے متعلق مختلف غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کے ازالے کے لیے اس کتاب سے مدد ملے گی۔

جماعت اسلامی ہند نے طنی بھائیوں اور بہنوں میں قرآن مجید کے تعارف اور غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے مختلف ریاستوں میں عوامی مہماں کا سلسلہ چلایا ہے:
۱۔ قرآن مجید سب کے لیے ۲۔ حضرت محمد سب کے لیے ۳۔ اسلام سب کے لیے
الحمد لله اس کے ایچھے نتائج اور اثرات سامنے آئے اور مسلمانوں کے اندر بھی قرآن مجید کے تعلق سے ذمہ داری کا احساس پیدا ہوا۔

اس کتاب کی تیاری میں ڈاکٹر محمد رفعت، چیزیں میں تصنیفی اکیڈمی نئی دہلی اور ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، سکریٹری تصنیفی اکیڈمی کے مشورے اور رہنمائی شامل رہی۔ دونوں حضرات کا بے حد مشکور ہوں۔ جناب ظہیر احمد (شعبۃ الدعوت) کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میری رفیقة حیات عطیہ پروین اور بیٹی نکہت فاطمہ سلمہ ایم ایس سی (فائل) جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے گھر بیوکاموں سے مجھے فارغ کر کے اس کام کے لیے یکسو کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزاۓ خیر عطا فرمائے۔ آمین
دعا ہے کہ جس مقصد کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے، وہ پورا ہو۔

محمد اقبال ملّا

نئی دہلی

۲۰۱۹/۳/۱۵

سکریٹری شعبۃ الدعوت، جماعت اسلامی ہند

موباکل: 9810032508

ایمیل: mdiqbal.jih@gmail.com

انتساب

ان تمام بھائیوں اور بہنوں کے نام

جنہوں نے قرآن مجید کو مخصوص طور پر مسلمانوں کی قومی کتاب سمجھ کر ابھی تک اس کا مطالعہ کرنا ضروری نہیں سمجھا ہے۔

انسانیت کو قرآن مجید کا تحفہ عطا کرنے والا خالق، مالک اور پروردگار وہی ہے، جس نے ہم سب کو پیدا کیا۔ جس نے سورج کی روشنی، حرارت اور گرمی، چاند کی چاندنی اور ٹھنڈک، ہوا اور پانی کو سب کے لیے عام کیا۔ ٹھیک اسی طرح قرآن مجید کو بھی اس نے سب کے لیے بھیجا۔

خالق کون ہے؟ کیا ہے؟ اس کی صفات کیا ہیں؟ اسے ماننے کے تقابلے کیا ہیں؟ اس کی مرضی کیا ہے؟ اس کے پسندیدہ و ناپسندیدہ کام کون سے ہیں؟ مقصد تخلیق کو انسان کیسے پورا کرتے تاکہ خالق کی خوشنودی پاسکے؟ موت کی حقیقت کیا ہے؟ موت کے بعد ابدی زندگی میں خالق کی رضا (جنت) کو پانے کا اور اس کی ناراضگی (جہنم) سے بچنے کا راستہ کون سا ہے؟ یہ سوالات ہر انسان کی عملی زندگی، اس کے رویہ، اخروی انجام اور پوری سیرت سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کے بارے میں وہی رہنمائی خالص اور صحیح ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف سے ہو۔ قرآن مجید، اسی خالص اور صحیح رہنمائی پر مشتمل جامع اور مکمل ہدایت نامہ ہے اور زندگی کے لیے دستور عمل ہے۔

قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کا حريف نہیں، بلکہ ان کی تعلیمات کا خلاصہ، محفوظ اور خالص شکل میں پیش کر کے مکمل اور جامع ضابطہ زندگی کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔

تو کیا آپ اپنی زندگی کی شام ہو جانے سے قبل قرآن مجید کا مطالعہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے، تاکہ موت کے بعد ہمیشہ کی ابدی ناکامی اور بھیانک انجام سے محفوظ رہیں؟

کتاب کے مطالعہ سے پہلے یہ چند باتیں

اس کتاب کے عام قارئین بالخصوص وطنی بھائیوں اور بہنوں کے لیے درج ذیل مشورے مفید ثابت ہوں گے:

- (۱) اس کتاب میں جا بجا مختلف مصنفین کی کتابوں کے اقتباسات مع حوالے درج ہیں۔ یہ حوالے اردو کتابوں کے ہیں۔ ان کتابوں کے دیگر زبانوں میں تراجم دستیاب نہیں ہیں۔
 - (۲) قارئین سے درخواست ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد کچھ مشورے اور تجویز ہوں تو راقم کو میں کے ذریعہ مطلع فرمائیں۔ اگر کوئی بات واضح نہیں ہے یا کچھ سوالات اور الجھنیں ہیں یا آپ کچھ غلطی اور خامی محسوس کرتے ہیں تو راقم کو مطلع فرمائیں۔ تحقیق کے بعد ضروری اصلاح کر دی جائے گی۔
 - (۳) کتاب میں قرآن مجید کی آیات مع ترجمہ درج ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی دعا تینیں اور احادیث بھی ہیں۔ قارئین سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ کلام الٰہی کا اور حضرت محمدؐ کے ارشادات کا احترام کریں گے۔
 - (۴) برادران ملت بھی بغور اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ اس میں قرآن مجید کے تعارف کے لیے مواد ملے گا۔ برادران وطن کو ترجمہ قرآن تخفہ دینے کے موقع پر اس کتاب کی مدد سے آپ قرآن مجید کا تعارف کر سکتے ہیں۔ ترجمہ قرآن کے ساتھ یہ کتاب بھی انہیں دیں، تاکہ مطالعہ شروع کرنے سے قبل وہ اسے پڑھ سکیں۔
-

قرآن مجید کیا ہے؟

انسان اس زمین کی مخلوقات میں سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ کیوں کہ اس کو عقل و شعور اور مدد و آزادی واختیار کی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ اس لیے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ اس کے لیے کائنات کی اشیاء مسخر کر دی گئی ہیں۔ ایک ضابطہ کا پابند بنانا کہ بہت سی مخلوقات کو انسان کی خدمت میں لگادیا گیا ہے۔ ان کی تخلیق کا مقصد انسان کی خدمت اور نفع رسانی ہے۔ انسان کے تحفظ، بقا اور ارتقاء میں ان کا اہم روول ہے۔ انسان غور و فکر سے کام لے کر دیکھے، اس کے ارد گرد، نزدیک و دور کی بے جان وجہ ایسا اس کی خدمت میں لگادی گئی ہیں۔

انسان اور دیگر مخلوقات کی حیوانی اور مادی ضرورتوں کو اللہ نے احسن طریقے پر پورا کیا ہے اور یہ وہی کر بھی سکتا تھا۔ کائنات میں اللہ کے سوا کوئی ہستی یا وجود ایسا نہیں ہے جو یہ کام کر سکے، کیوں کہ جو اللہ خالق ہے وہی ان سب کا پالنے والا اور خبرگیری کرنے والا بھی ہے۔ بے شعور مخلوقات کی روحانی و اخلاقی ضرورتیں سرے سے ہیں ہی نہیں۔ اس لیے ان کے لیے اخلاقی ضابطوں اور زندگی کے نظام کی ضرورت نہیں تھی۔

ان اشیاء اور مخلوقات کو انسان کی خدمت کے لیے جس جبکت کی ضرورت تھی وہ ان کو دے دی گئی۔ پرندوں کو دیکھیے، کس طرح فضائیں پرواز کرتے ہیں۔ مچھلیوں کو دیکھیے، کس طرح تیرتی ہیں۔ شہد کی لمبھی زبردست منصوبہ بندی، محنت اور مشقت کے بعد ہمارے لیے شہد جیسا قیمتی مشروب۔ جودا بھی ہے اور غذا بھی۔ فراہم کرتی ہے۔ یہاں تک کہ مختلف قسم کے بیکٹر یا بھی ہمارے لیے مختلف اجناس، پھلوں، پھولوں، غذاؤں اور مشروبات کی تیاری میں

مدکاریں، جن کے بغیر انسانی زندگی اس کرہ پر سہولت کے ساتھ نہیں گز سکتی تھی۔ جب اللہ نے ان جان دار اور غیر جان دار مخلوقات اور اشیا کے لیے مقصدِ تحقیق طے کر دیا اور اس کی تعمیل کے لیے رہنمائی فرمائی، تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس نے انسان کو اشرف اور افضل بنانے کرتے پیدا کیا، لیکن اس کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں مقرر کیا اور مقصد کے حصول کی راہ اسے نہیں بتائی۔ اس کے مادی وجود کی ضرورتوں کو تو پہ درجہ احسن پورا کیا اور روحانی و اخلاقی وجود کی ضرورتوں کو پورا نہیں کیا۔ یہ بات ناقابل تصور ہے کہ خالق اس طرح انسان کو بھٹکنے کے لیے چھوڑ دے۔ یہ ایک اہم حقیقت ہے کہ انسان کا مادی وجود عارضی، محدود اور ارضی ہے جب کہ اس کا روحانی اور اخلاقی وجود ابدی، لا محدود اور آسمانی ہے۔ اسی لیے انسان کے مرجانے کے بعد روح، اس کا اخلاقی اور روحانی وجود، ایچھے برے اعمال اور ان کے اثرات ختم نہیں ہوتے۔

جب اللہ نے جان دار اور غیر جان دار اشیا کے لیے اتنا زبردست انتظام کیا ہے تو انسان کی اخلاقی و روحانی زندگی کے لیے انتظام کرنا اسی کی ذمہ داری تھی۔ جس طرح اللہ کے بنائے ہوئے انتظام (ہوا، پانی اور سورج وغیرہ) سے فائدہ اٹھا کر ہی انسان کی مادی زندگی کی بقا اور تحفظ ممکن ہے، اسی طرح اخلاقی اور روحانی زندگی میں اللہ کے ضابطہ پداشت کو ممان کر ہی زندگی میں امن و سکون، توازن و اعتدال اور عدل و انصاف برقرار رہ سکتا ہے۔ ظلم و زیادتی، تشدد، شروعہ اور بگاڑ سے بچنا اس طرح ممکن ہے۔

سوال یہ ہے کہ اللہ نے انسان کی اخلاقی و روحانی زندگی کی پداشت و رہنمائی کے لیے کیا انتظام کیا ہے؟

جیسا کہ بتایا گیا، انسان عقل و شعور رکھتا ہے، اللہ نے آزادی اور اختیارات بھی اس کو عطا کیے ہیں۔ اسی بنا پر وہ اپنے خالق کے سامنے جواب دہے۔ ضروری ہے کہ اللہ نے انسان کی زندگی کا جو مقصد متعین کیا ہے، وہ ٹھیک طرح سے اسے معلوم ہو۔ اس کے ساتھ جو حقوق و فرائض اور ذمہ داریاں طے کی ہیں وہ بھی معلوم ہوں، تاکہ وہ زندگی کے امتحان میں کام یاب ہو اور آخرت کی باز پرس میں ناکامی سے بچ سکے۔ چنانچہ اللہ نے اسے ان اہم اور بنیادی حقیقوں کا علم بھی دیا اور زندگی کے تمام شعبوں (بشمل اخلاقی اور روحانی) کے لیے جامع نظام زندگی

عطافرمایا۔ اس کے لیے اللہ نے اپنے بندوں میں سے منتخب انسانوں کو نبی اور پیغمبر کی حیثیت سے مقرر کر کے رہنمائی کے منصب پر فائز کر دیا۔ دنیا کے مختلف ملکوں اور قوموں میں الگ الگ زمانے میں نبیوں اور پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ تشریف لائے۔

اللہ نے انسانوں کی رہنمائی اور اصلاح و تربیت کے لیے صحیفوں اور کتابوں کا سلسلہ بھی جاری کیا۔ اس انتظام کو رسالت (Prophethood) کہا گیا۔ جہاں تک انبیاء اور پیغمبروں پر اللہ کی جانب سے نازل ہونے والے صحیفوں اور کتابوں کا تعلق ہے، اس کی پوری تاریخ ہمارے سامنے نہیں ہے۔ صحف ابراہیم، صحف موسیٰ، نبور، توریت اور انجیل کا تذکرہ قرآن مجید میں ملتا ہے۔ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے۔ ہمارے ملک کی قدیم تاریخ میں بھی یقیناً اللہ کی جانب سے پیغمبر آئے ہوں گے اور ان پر کتابیں نازل ہوتی ہوں گی۔ حضرت عیسیٰ کے تقریباً ۷۵ سال بعد حضرت محمد ﷺ کا دور شروع ہوتا ہے۔ انجیل حضرت عیسیٰ پر نازل شدہ کتاب ہے۔ حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں۔ ان پر قرآن مجید کا نزول ہوا۔ تقریباً ۲۳ سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا کر کے یہ اللہ کی جانب سے نازل ہوتا رہا۔ اس اعتبار سے قرآن مجید کوئی پہلی کتاب نہیں ہے۔ اللہ نے اس سے قبل جو کتابیں نازل فرمائی تھیں وہ محفوظ نہیں رہ سکیں۔ قرآن مجید کے نزول کے ساتھ اس کی حفاظت کا غیر معمولی انتظام کیا گیا۔ اب قرآن مجید پوری طرح محفوظ ہے۔ انسان کی پدایت اور رہنمائی کا بھرپور موارد اس میں موجود ہے۔ حضرت محمد ﷺ، جن پر قرآن مجید نازل کیا گیا، ان کی مبارک اور پاکیزہ زندگی قرآن مجید کا عملی نمونہ ہے۔

قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کا حریف نہیں ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ ان کتابوں میں جوہ دوستیں اور رہنمائی اللہ کی طرف سے دی گئی تھیں وہ محفوظ نہ رہ سکی۔ ان کتابوں کے پیروؤں نے تحریفات کر کے ان کو اصلی حالت میں باقی نہیں رہنے دیا۔ اب قرآن مجید ان کتابوں کی اصلی تعلیم کو پیش کرتا ہے۔ وہ کوئی نئی تعلیم یا نیا پیغام پیش نہیں کرتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلی کتابیں منسوخ ہو گئی ہیں۔ ان کتابوں میں پچھلی تعلیمات کا احترام ضروری ہے، لیکن پدایت اور رہنمائی کے لیے قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا نہایت ضروری ہے۔ قرآن مجید ایک کسوٹی کی

حیثیت رکھتا ہے، کیوں کہ پچھلی کتابیں اللہ کی طرف سے آئیں، لیکن ان کے اندر انسانی دخل اندازی کے بعد بدایت گم ہو گئی۔ تمام کتابوں سے ایک ہی راستہ ملتا چاہیے تھا۔ اب متضاد راستے اور الگ الگ تعلیمات ملتی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی اصلی تعلیم وہ نہیں ہے جو ان تحریف شدہ کتابوں میں درج ہے۔ قرآن مجید ہر قسم کی انسانی دخل اندازی اور تضاد راست سے بالکل پاک ہے۔ قرآن مجید کو ماننا پچھلی تمام کتابوں کو ماننا ہے۔ قرآن مجید کا انکار گو یا پچھلی تمام کتابوں کا انکار ہے۔

قرآن مجید کے تعارف کے سلسلے میں اس کی بعض اہم خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور مصنف جناب نعیم صدقی تحریر کرتے ہیں:

”ہمارے سامنے یہ واحد کتاب ایسی ہے جس میں کہیں کسی مقام پر کوئی بات شہے کے انداز میں نہیں کہی گئی۔ کوئی اصول، کوئی حکم، کوئی تجربہ اور کوئی تبصرہ اس میں ایسا دکھائی نہ دے گا جس کے پیچھے تندب کا فرمادا ہو۔ ہر بات لقین اور تحدی کے ساتھ کہی گئی ہے۔ اس کا ایک ایک فقرہ یہ بتاتا ہے کہ اس کے مصنف کو اس بات کا قطعاً کوئی اندیشہ لائق نہیں ہے کہ اس کی کسی بات کو جھٹلایا بھی جاستا ہے۔ کہیں کسی سطر میں کوئی ایسی کمزوری نہیں حملکتی جیسی بالعموم انسانی تصنیف میں پائی جاتی ہے۔ یہ کتاب، کتاب حق اور کتاب یقین ہے۔ یہ کتاب تفریغی لظرپر سے تعلق نہیں رکھتی، بلکہ زندگی کے ٹھوس حقائق و معاملات سے بحث کرتی ہے اور وہ بھی سخنیدہ و باوقار انداز سے۔“
(سرروزہ دعوت نبی دہلی، ۱۰ مئی ۲۰۱۷ء)

آگے وہ مزید تحریر کرتے ہیں:

عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور دوسرے مذہبی گروہوں نے مذہب کی اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔ فی الحقيقة قرآن مجید ایک مکمل دین پیش کرتا ہے۔ یہ گویا زندگی کی کتاب بدایت (Guide Book) ہے۔ اس میں ایک نظام تہذیب کا خاکہ دیا گیا ہے۔ اس نظام تہذیب کو چلانے کے لیے جیسی حکومت کی اور اسے قائم کرنے کے لیے جیسی تحریک کی ضرورت ہے، اس کی رہنمائی موجود ہے۔ پھر

مطلوبہ ریاست اور تحریک کے لیے جس جماعت و تنظیم اور جیسے انسانوں کی ضرورت
بھی، ان کا معیار پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا موضوع انسان ہے اور یہ انسان کی زندگی کے ہر پہلو سے بحث کرتی
ہے۔ اس میں زندگی کو ایک وحدت اور کل مان کر گستاخی کی ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے
کہ یہ کتاب ایک مخصوص طرز کی سوشالوجی کی کتاب ہے اور ایک مکمل سوشل سسٹم یا
نظام اجتماعی کا ایک جامع فارمولہ ہے۔ ایسی کتاب میں قدرتی طور پر ہر شعبۂ زندگی اور
علم کے بارے میں بحث ہونی چاہیے، لیکن یہ کتاب ہماری مروجہ تقسیم علوم کے مطابق
کسی خاص جزوی علم کی کتاب نہیں ہے، بلکہ اس میں تمام علوم پر حاوی ہو جانے والا
اور تمام علوم کو چند اطلیل بنیادی حقائق اور اصولوں کے ذریعہ منضبط اور ہم آہنگ کرنے
والا علم پیش کیا گیا ہے، جسے اس کتاب نے اصطلاحاً علم (The Knowledge)
قرار دیا تھا، یعنی وہ علم ہدایت جو انسانی زندگی کی مجموعی فلاج کے لیے ناگزیر بنیادی
علم ہے۔ وہ رہنماء علم جو تمام علوم و افکار کو درستی پر قائم رکھتا ہے اور انہیں بھکلنے سے
روکتا ہے۔

قرآن مجید جس العلم پر مشتمل ہے، اس میں ایک تو وہ اساسی صفاتیں شامل ہیں جن پر
یہ کائنات چل رہی ہے اور جن کے تحت زندگی کا ظہور اور نشوونما ہوا ہے، دوسرا ہے وہ
تاریخی اصول ہیں جن کے تحت قوموں کا عروج و وزوال واقع ہوتا ہے اور جن کو ترک
اخلاقی ضابطے ہیں جن سے فردا اور معاشرے کی زندگی سنورتی ہے اور جن کو ترک
کرنے سے اس میں فساد واقع ہوتا ہے، وہ ضابطے ہیں جو اس کی زندگی کو کائنات
کے حقائق سے ہم آہنگ کرتے اور اسے خدا کی رضا اور خوش نودی کا سزاوار بناتے
(حوالہ سابق)

مذہبی کتاب کو کیسی کتاب ہونا چاہیے۔ عقل کا تقاضا ہے کہ یہ کتاب خدا کا صحیح
تعارف کرائے، اس کی صفات بیان کرے، اللہ کو مانے کے تقاضے بتائے۔ انکا رخداد یا خدا کی
نافرمانی کے نصانات سے باخبر کرے۔ قرآن مجید انسان کو اللہ سے قریب کرتا ہے، اس کی

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمای کتاب

سچی محبت اور اس کی خوش نو دی کو سب سے بڑی متعاق قرار دیتا ہے۔ اللہ کی محبت اور رضا پر اپنی ہر چیز کو قربان کرنے کی زبردست طاقت انسان کے اندر پیدا کرتا ہے۔ نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

”اس کتاب کی ایک عظیم الشان خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے قاری کو خدا سے قریب کر دیتی ہے اور خدا اس کے قریب آ جاتا ہے۔ خدا کا یہ تصور کہ وہ ایک الگ خلگ وجود ہے، جس سے انسان کا برائے نام ستعلق ہے، وہ بھی بس دور پر کا اقرآن مجید پڑھتے ہی اس قسم کا محدود، کمزور اور باطل تصور مٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید کا خدا ایسا ہے کہ دل میں محسوس ہونے لگتا ہے۔ جہاں قرآن مجید میں داخل ہوتے ہی قاری محسوس کرتا ہے کہ خدا کو اس سے گہر اتعلق ہے، اس سے گہری محبت ہے، خدا کو اس سے دل چھپی اور ہم دردی ہے اور وہ اس کے ہر خیال کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس کے ہر کام میں حصہ لے رہا ہے۔ وہ اس کی دعائیں سنتا، اس کی پکاروں کا جواب دیتا، اس کے کام سنوارتا، اسے خیر سے بہرہ ور کرتا اور شر سے بچاتا ہے۔ قرآن مجید کا قاری اگر قرآن مجید کی دعوت پر بلیک کہہ کر بدی اور ظلم کی طاقتوں کے خلاف راستی اور نیکی کی جنگ لڑنے کھرا ہوتا ہے تو وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتا کہ اس جنگ میں خدا خدا اس کا ساتھی ہے۔ وہ اس کے آگے پچھے دائیں اور بائیں اور سینے کی گہرائیوں میں موجود ہے۔ پھر قرآن مجید کی نگارش کا کمال ہے کہ اس کے قاری کے سامنے حشر و نشر کا نقشہ ایسی وضاحت سے آتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا عرصہ غفلت گزار کر بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اسے آخرت کی عدالت دکھائی دینے لگتی ہے اور اس تک پہنچنے کے لیے موت کا دروازہ سامنے کھلانظر آتا ہے۔ وہ عدالت، جہاں مرشوت چلے گی، بسفارش کے زور سے اہل کاروں سے ساز بانز کی جائے گی، نہ کوئی کسی کافر یا دے گا، نہ کیلیوں کی چرب زبانی کام آئے گی، نہ دوست اور شہزاد اسہار ادے سکیں گے اور نہ رونا چیخنا ہی سودمند ہو گا، بلکہ وہاں کا قانون تو بس یہ ہے کہ جس کسی نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے وہاں دیکھ لے گا اور جس کسی نے ذرہ بھر بھی بدی کی ہوگی وہ بھی اسے وہاں دیکھ لے گا۔“

(سرروزہ دعوت نئی دہلی، ۱۰ مئی ۲۰۱۷ء)

قرآن مجید۔ بعض ضروری معلومات

قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر (جو اللہ کے آخری پیغمبر ہیں) تقریباً تیس (۲۳) سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا کر کے اللہ کے طرف سے نازل کیا گیا۔

نبی ہونے کے بعد حضرت محمد ﷺ کا قیام کمہ میں تیرہ (۱۳) سال اور مدینہ میں دس (۱۰) سال رہا۔ حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید کا نزول وحی (اللہ کی پیغام رسانی کا طریقہ) کے ذریعہ ہوتا تھا۔ آئندہ صفحات میں وحی (Revelation) پر کچھ روشنی ڈالی جائے گی۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے پہلے وحی کو سمجھنا ضروری ہے، لیکن اس سے قبل کچھ ضروری معلومات مفید ہوں گی۔

* قرآن مجید کا لفظی معنی ہے وہ چیز جس کو پڑھا جائے۔

* قرآن مجید کی دُنیتِ نزول بائیس (۲۲) سال پانچ (۵) ماہ چودہ (۱۴) دن ہے۔

* قرآن مجید میں پہیس (۲۵) پیغمبروں کے نام آئے ہیں۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت آدم ۲۔ حضرت نوح ۳۔ حضرت ابراہیم

۴۔ حضرت اسماعیل ۵۔ حضرت اسحاق ۶۔ حضرت لوٹ

۷۔ حضرت موسیٰ ۸۔ حضرت یوسف ۹۔ حضرت ہارون

۱۰۔ حضرت عیسیٰ حضرت محمد کا نام حمد للہ علیہ وسلم بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔

قرآن مجید بذریعہ وحی حضرت محمد ﷺ تک پہنچانے والے فرشتے کا نام حضرت جبریل ہے۔

قرآن مجید کا نزول سب سے پہلے غارہ ایں ہوا، جہاں حضرت محمد ﷺ تنہائی میں عرب قوم کی بگڑی ہوئی حالت پر غور و فکر کرتے اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ غارہ اکہ سے مشرق کی طرف ساڑھے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر جبل نور میں واقع ہے۔ حضرت جبریل اس غار میں تشریف لائے اور حضرت محمدؐ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا پیغمبر مقرر کیا ہے، اپنا تعارف کرتے ہوئے بتایا کہ میں جبریل ہوں۔ اس وقت حضرت محمد ﷺ کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی۔ سب سے پہلے قرآن مجید کی ۹۶ ویں سورہ العلق کی ابتدائی پانچ (۵)

آیات نازل ہوئی ہیں:

إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۖ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ إِقْرَأْ
وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۚ الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمَنِ ۚ عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ
يَعْلَمْ ۝
(علق: ۹۶-۵)

”اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جنم ہونے
خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ وہ ذات جس نے قلم کے
ذریعے علم سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“

قرآن مجید کی سب سے پہلے نازل ہونے والی مکمل سورت سورہ فاتحہ ہے:
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۗ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۗ مُلِكُ يَوْمِ
الدِّينِ ۗ إِلَيْكَ نَعْبُدُ وَإِلَيْكَ نَسْتَعِينُ ۗ إِهْبِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيمَ ۗ صَرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، لَا يَرِيدُ الْمَغْضُوبُ
عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۗ
(الفاتحہ: ۱-۷)

”تعريف اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام کائنات کا رب ہے۔ حملن اور رحیم ہے۔
روز جزا کاما لک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔
ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، جو معتوب نہیں
ہونے، جو بھلکے ہوئے نہیں ہیں۔“

قرآن مجید کے لفظ آیت کا الغوی مفہوم نشانی ہے۔ کائنات میں پچیلی ہوئی نشانیوں کو
بھی آیت کہا جاتا ہے۔ آیت کی جمع آیات ہے۔ ان آیات (یعنی نشانیوں) پر غور و فکر کر کے
انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

آیات کو سورتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمع کیا گیا ہے۔ البتہ پاروں اور رکوؤات کی
 تقسیم اہل علم نے روزانہ قرآن مجید پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے کی ہے۔ قرآن مجید کو تیس پاروں
(یعنی حصوں) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح چند آیتوں کا مجموعہ رکوع کہلاتا ہے۔ چوں کہ
پارے اور رکوع اہل علم نے تقسیم کیے ہیں اس لیے ان کی نشان دہی قرآن مجید کے حاشیہ پر کی
 جاتی ہے، تاکہ خدا کے کلام سے ممیز ہوں۔

سورت کے معنی فصیل کے آتے ہیں۔ جس طرح فصیل کی وجہ سے ایک شہر زمین کے دوسرے حصوں سے ممتاز اور علیحدہ ہو جاتا ہے اسی طرح ایک سورت بھی قرآن مجید کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے ممتاز اور علیحدہ کرتی ہے۔ جس طرح فصیل یا شہر پناہ سے شہر محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کو ایک سوچودہ (۱۱۲) سورتوں میں تقسیم کر کے اس کے الفاظ اور مضمایں کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ (معلومات قرآن، علی اصغر چودھری، تلفیض)

قرآن مجید میں ایک سوچودہ (۱۱۳) سورتوں کی تقسیم کی اور مدنی سورتوں کے طور پر کی گئی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی عمر چالیس سال پوری ہو چکی تھی، جب آپ پروجی نازل ہونا شروع ہوئی۔ نزول وحی کا تیس (۲۳) سال تک سلسلہ جاری رہا۔ مکہ میں تیرہ (۱۳) سال قیام تھا۔ مدینہ میں دس (۱۰) سال قیام رہا۔

مکہ میں جب حضرت محمد ﷺ کی مخالفت بہت زیادہ ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ اور آپ کے ساتھی مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ اسے ہجرت (Migration) کہتے ہیں۔ ہجرت اسلامی تاریخ کا نہایت اہم اور مشہور واقعہ ہے۔ مدینہ کے حالات مکہ سے مختلف تھے۔ مدینہ میں دس (۱۰) سال یعنی آپ کی وفات تک وحی نازل ہوتی رہی۔

ہجرت مدینہ سے پہلے جو قرآن مجید نازل ہوتا ہوئی سورتوں کی شکل میں ہے۔ کمی سورتوں کی تعداد چھیسا (۸۶) ہے۔ ہجرت کے بعد حضرت محمد ﷺ کی وفات تک قرآن مجید کا جو حصہ نازل ہوا وہ مدنی سورتوں کی شکل میں ہے۔ مدنی سورتوں کی تعداد اٹھائیس (۲۸) ہے۔ یہاں تک قرآن مجید کا ایک سرسری تعارف اور بعض ضروری معلومات پیش کی گئی تھیں۔

اب موقع ہے کہ وحی یعنی (Divine Revelation) جو ایک طرح سے الہی پیغام رسانی (Divine Communication) ہے، اس کا تعارف کرایا جائے۔ یہ قرآن مجید کے مطالعہ اور فہم میں معاون ہو گا۔

وَحْيٌ

وَحْيٌ کیا ہے؟

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس میں اللہ کے سوا کسی انسان یا دوسری ہستی کا کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ حضرت محمد ﷺ پر جس ذریعہ سے نازل ہوا وہ ذریعہ وحی کہلاتا ہے۔ قرآن، حضرت محمد ﷺ پر وحی کے ذریعہ عربی زبان میں نازل ہوا۔ وحی کی حقیقت بتاتے ہوئے مولانا سعید احمد کبر آبادی لکھتے ہیں:

”لغت میں وحی کے معنی بین اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام دل میں ڈال دینا، چھپا کر بات کرنا، دل میں کسی بات کا ڈال دینا۔ لیکن شریعتِ اسلام کی اصطلاح میں وحی خاص اس ذریعہ غیری کا نام ہے جس کے ذریعہ (غور فکر، کسب و نظر اور تجربہ و استدلال کے بغیر) خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی کو کوئی علم حاصل ہوتا ہے۔“ (وحی الہی، ص ۲۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی الہی، کلام کی صورت میں اللہ کا پیغام (Divine Communication) ہے۔ وحی صرف پیغمبروں تک خدا تعالیٰ کلام پہنچانے کے لیے مخصوص رہی ہے۔ یہ خدائی کلام حضرت جبریل لا کر پہنچاتے تھے۔ آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد الہی پیغام رسانی (Divine Communication) کا یہ سلسلہ بند کر دیا گیا۔ وحی الہی موصول ہونے کے بعد پیغمبروں پر لازم ہوتا تھا کہ اسے جوں کا توں دوسروں تک پہنچادیں۔ وحی الہی میں کسی قسم کے رد و بدل یا حذف و اضافہ کا اختیار کسی پیغمبر کو کبھی نہیں رہا۔

وحی کی تعریف بتاتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

”وحی وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنا کلام اپنے کسی منتخب بندے اور رسول تک پہنچاتا ہے اور اس رسول کے ذریعہ تمام انسانوں تک اور چونکہ وحی اللہ اور اس کے

بندوں کے درمیان ایک مقدس تعلیمی رابطہ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا مشاہدہ صرف انیسا یہی کو ہوتا ہے اس لیے ہمارے لیے اس کی ٹھیک ٹھیک حقیقت کا دراک بھی ممکن نہیں۔“
(علوم القرآن، ص: ۳۰)

وَحْيٌ کے بنیادی عناصر

وَحْيٌ الٰہی کی تعریف معلوم کر لینے کے بعد اس کی ماہیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر

محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

”وَحْيٌ تین بنیادی عناصر سے عبارت ہے: سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ وَحْيٌ ایک ایسا ذریعہ علم ہے جو برہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور جس ذریعہ سے آتا ہے وہ عام انسانوں کو میر نہیں۔ وہ ذریعہ صرف اور صرف انیباء کے ساتھ خاص ہے۔ گویا یہ وہ ذریعہ علم ہے جو ایک مابعد اطیعی نوعیت رکھتا ہے۔ دوسری بنیادی چیز وَحْيٌ کی حقیقت میں یہ ہے کہ وہ تلقین اور قطعی ہوتی ہے۔ اس کا تلقین اور اس کی قطعیت دنیا کی ہر قطعی اور تلقین چیز سے بڑھ کر اور ہر قسم کے ظن و تلقین سے ماؤ را ہے۔ وَحْيٌ الٰہی خود میزان ہے، جس میں تول کر دوسری چیزوں کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ خود وَحْيٌ الٰہی کو کسی خارجی میزان کی ضرورت نہیں۔

تیسرا بنیادی عنصر، جو وَحْيٌ کی حقیقت میں شامل ہے، وہ یہ ہے کہ وَحْيٌ اپنے وصول کرنے والے کے لیے اور دوسرے انسانوں کے لیے واجب التعمیل ہوتی ہے۔ نزول وَحْيٌ کے بعد کسی انسان کے پاس یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس پر عمل کرے یا نہ کرے۔ وَحْيٌ کے احکام اور بدایات پر عمل کرنا لازم ہے۔“ (محاضرات قرآنی، ص: ۵۰-۵۹)

وَحْيٌ الٰہی انسان کی کس ضرورت کو پورا کرتی ہے؟

انسان کی ضرورتیں، محض دیگر جانداروں کی ضرورتوں کے مانند نہیں ہیں۔ انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ صرف طبعی اور مادی وجود ہی نہیں رکھتا، بلکہ روحانی اور اخلاقی وجود بھی رکھتا ہے۔ انسان پر اصل حکمرانی اس کے روحانی اور اخلاقی پہلو ہی کی ہے۔ لہذا روحانی اور اخلاقی پہلو کی تربیت کے لیے صحیح، جامع اور مکمل ہدایت درکار ہے۔ جس طرح مادی اور طبعی ضرورتوں کو انسان خود پورا نہیں کر سکتا اسی طرح اخلاقی اور روحانی پہلو کے لیے ضروری رہنمائی بھی خود فراہم

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کا کتاب

نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں اس کی بے بسی اور نااہلیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اللہ کی پدایت اور رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کے بجائے نادان انسانوں نے اپنی عقل، علم اور تجربے کو کافی سمجھا، نظریات اور فلسفے گھرے، مختلف نظام بنائے، ان سب میں آپس میں اختلافات ہیں۔ یہ تضادات کاشکاریں۔ توازن اور اعتدال سے یکسر محروم ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات پر خصوصاً انسان پر مہربان ہے۔ اس کی بندگی میں یوں تو سب شریک ہیں، البتہ انسان اس کا نائب اور خلیفہ ہے اور زمین میں اشرف المخلوقات ہے۔

اپنی محبوب تخلیق سے خدا کو کیا دشمنی ہو سکتی ہے کہ اس کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت کو پورا کیے بغیر اسے اندر ہیرے میں بھکنے کے لیے چھوڑ دے، جب کہ اس کے سوانح الحقيقة کوئی دوسرا اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ مولانا محمد فاروق خاں انسان کی اس ضرورت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:

”خداوی کے ذریعہ سے اپنے پیغمبر کو ناطاب کرتا اور اس پر اپنا کلام نازل کرتا ہے۔ اس طرح وہ انسان کی پدایت کے لیے ایسا نظم کرتا ہے جس پر ہم اس کی جتنی بھی حمد و شنا کریں اور اس کے شکر گزار ہوں، وہ کم ہو گا۔ وہی کی انسانی زندگی میں اتنی اہمیت ہے کہ Eddington یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ بنیادی سوال اس کی ہستی اور اس کے ہونے کا نہیں، بلکہ اس بات پر بے دریب یقین کا ہے کہ خداوی کے ذریعہ انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔“

(حقیقت نبوت، صفحہ ۳۲)

مولانا آگے تحریر کرتے ہیں:

”زندگی اقدار حیات (Values of Life) کے بغیر بے معنی اور حقیر ہو کر رہ جاتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اقدار حیات کی پہچان کیسے ہوتی ہے اور کون سی چیزوں نہیں قابل یقین بنتی ہے۔ وہ وہی ہے جس کے ذریعہ ہم زندگی کی قدروں کو جان سکتے ہیں اور وہ وہی الہی ہی ہے جو زندگی کی قدروں کو بیش قیمت قرار دیتی ہے۔ یہ انسانوں میں مخصوص شخصیتوں کی طرف کی جاتی ہے۔ ایسے ہی اشخاص میں جنہیں پیغمبر یا نبی کہا جاتا ہے۔ آئن اسٹائن نے اسے تسلیم کیا ہے کہ جن اقدار حیات کا علم ان معزز اشخاص (نبیوں) کے ذریعہ سے ہمیں ہوتا ہے وہ تجربے کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔ جوڑ (Joad) نے بھی کہا کہ حقائق کا علم عقل کو آہستہ آہستہ ہوتا ہے، لیکن روح کی

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمای کتاب

۲۱

خصوصیت یہ ہے کہ وہ انہیں فوراً باطنی یافت کی صورت میں پائیتی ہے۔“
مولانا مزید فرماتے ہیں:

”وَجِيْكَ زَرِيْجَهْ جَوْلُمْ حَاصِلْ ہُوتَاهْ بِهِ وَعَقْلَ سَمَّتَهْ مَتَصَادَمَ نَهْبِهِنْ ہُوتَاهْ، بَلَكَهْ وَهَ عَقْلَ كَهْ
مَطَابِقَ ہُوتَاهْ بِهِ۔ شَرْطَ يَهْ ہے كَعَقْلَ ہِيْ مِنْ كَوَافِيْ خَرَابِيْ نَهْ ہُوا رَهْبَطَ دَهْرِيْ سَهْ وَهَ
بَاكِلَ پَاكَ ہُوا رَاسَ كَهْ سَاتِھَ اسَ مِنْ حقَ پَسِندِيْ كَا وَصْفَ بَھِيْ پَايَا جَاتَاهْ ہو۔ وَجِيْ سَهْ
هَمَارِيْ عَقْلَ اورْ بَصِيرَتَ مِنْ اضْفَافَ ہُوتَاهْ بِهِ۔ وَجِيْ انسانَ كَيْ عَقْلَ كُوْگَمْ رَاهَ نَهْبِهِنْ كَرَتِيْ،
بَلَكَهْ وَهَ اسَ كَيْ مَعاوِنَ ہُوتَاهْ بِهِ۔ وَجِيْ سَهْ يَمْعَلُومَ ہُوتَاهْ بِهِ كَهْ انسانَ كَيْ بَدَائِيْتَ كَهْ
لَيْهِ صَرْفَ عَقْلَ كَافِيْ نَهْبِهِنْ۔ اسَ كَاسِبَ یَهْ ہے كَهْ انسانَ كَوَهْ كَچْھَ بَھِيْ درَكَارَ ہَيْ جَسَ
تَكَ عَقْلَ كَيْ بَرَاهَ رَاسِتَ رسَائِيْ نَهْبِهِنْ ہُوسَكَتِيْ۔“ (حوالہ سابق، صفحہ ۳۲، ۳۵)

وَجِيْ اورْ عَقْل

عام طور پر انسان کے علم کے معروف و معلوم ذرائع حواس خمسہ، عقل اور تجربہ و مشاہدہ
ہیں۔ دور جدید کے آغاز میں انسانیت کے ساتھ بہت بڑا حادثہ مغربی دنیا میں پیش آیا۔ سائنس
کے ارتقا کے ساتھ وہ نہ صرف مذہب سے بیزار ہو گیا، بلکہ احادیث کپینچ گیا۔ اس کے نتیجے
میں وہ عقل و تجربہ پر لگی اعتقاد اور انحصار کر بیٹھا، حیات اور کائنات کی خالص مادی توجیہ کرنے
لگا اور وَجِيْ الٰہی اور غبیبی حقائق کا اس نے صاف انکار کر دیا۔

مولانا میں احسن اصلاحی اس بات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اُس دور میں بہت سے لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پایا جاتا ہے کہ انسان اپنی عقلی
فتوحات کے لحاظ سے اس وقت ایسے بلند مقام پر پہنچ چکا ہے کہ وہ زمین کے تمام
نشیب و فراز کو مسیح کر کے آسمان کے ثوابت اور سیاروں پر کنندیں ڈال رہا ہے
اور خلا میں اپنے اڈے اور مورچے قائم کرنے کے درپے ہو رہا ہے۔ وہ اپنی فطرت
کے اندر خیر و شر کی اتنی معرفت رکھتا ہے کہ وہ متمن اور شاستہ انسان کی زندگی
بس رکھ سکتا اور ایک مہذب معاشرہ کافر دن سکتا ہے۔ وہ اپنے پاس اسلاف کے
افکار و عقائد، ان کی روایات، ان کے احکام و قوانین اور ان کے علوم کا اتنا بڑا ذخیرہ
رکھتا ہے کہ اس کی اساس پر وہ ایک عظیم سلطنت قائم کر سکتا ہے، تو کیا انسان کی

زندگی کی تنظیم کے لیے یہ ساری چیزیں کافی نہیں ہیں؟ یعنی کیا اس کے بعد بھی انسان کو وحی کی ضرورت باقی ہے؟“
(فلسفے کے بنیادی مسائل، ص: ۲۱۹)

وحی الٰہی کے تعلق سے جو شبہات جدید دور کے انسان کے ذہن میں پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وحی حواس خمسہ کی گرفت میں نہیں آ سکتی۔ دوسرا یہ کہ اس کا تجربہ آج ہم نہیں کر سکتے۔ تیسرا یہ کہ وحی الٰہی ممکن نظر نہیں آتی۔

ان شبہات کے ازالے کے حوالے سے قابل غور پہلو یہ ہے کہ انسان کی عقل، تجربہ اور مشاہدہ اپنے اندر محدودیت (Limitation) رکھتے ہیں۔ کم زور یوں اور خامیوں سے پاک نہیں ہیں۔ انسان کی عقل کو غلط طور پر متاثر، مروع، خوف زدہ کیا جاسکتا ہے اور وہ ہو گئی جاتی ہے۔ غلط فیصلے کر سکتی ہے اور کرتی بھی ہے۔ صحیح بات سامنے آنے کے بعد مصلحتوں کا شکار ہو کر قبول کرنے سے گریز کرتی ہے۔ اس بنا پر انسان کا عقل پر گلی اخصار صحیح نہیں ہے۔ عقل کی خامیاں، کم زور یا اور محدودیت صاف اشارہ دے رہی ہیں کہ عقل کو گھبی ایک رہنمای کی ضرورت ہے۔ یہ رہنمائی مادی اور زینتی ہو کر خالق حیات کی طرف سے ہونی چاہیے۔ کیوں کہ عقل کی کم زور یوں اور خامیوں کو عقل کی بڑی نعمت سے نواز نے والا ہی بہتر طور پر جان سکتا ہے کہ اس کی رہنمائی کس طرح کی جائے کہ وہ بھکلنے اور گم راہ ہونے سے محفوظ ہو جائے۔ انسانی نظریات اور سائنس یہاں مدد نہیں کر سکتے۔ چنانچہ وحی الٰہی اسی ربانی پر ایات و رہنمائی کا نام ہے۔ وحی الٰہی عقل کی رہنمای ہے، حریف نہیں۔ عقل اور وحی الٰہی میں مکار اور تصادم نہیں ہے۔ مولانا میں احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

”عقل دینے والا گھبی رب ہے اور وحی کا بیجھنے والا گھبی رب ہے، تو ان دونوں میں تناقض اور تضاد کیسے ہو سکتا ہے؟ ان میں تضاد اور تناقض ہونا عقل اور فطرت کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عقل کے مطالبات ہیں، جن کی وحی نے علی رذوں الا شہاد منادی کی ہے، لہذا ان دونوں میں کامل توافق ہے۔“ (حوالہ سابق، ص: ۲۲۶)

مولانا نے اس نکتہ پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

”وحی عقل کی تربیت کرتی ہے، یعنی وحی انسان کو اس قبل بنادیتی ہے کہ جن دائروں کے اندر انسان کو اپنی عقل کے اوپر چھوڑا گیا ہے عقل ان میں بھکلنے نہ پائے۔ وحی عقل کی تکمیل کرتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل چوں کہ انسان کا اعلیٰ جوہر اور

اس کی اصلی صفت ہے، اس لیے یہ تمام بڑے حقائق کے دروازوں پر دستک تودے دیتی ہے، لیکن دروازوں کو کھول کر ان کے اندر کے تمام اسرار سے واقف ہونا اس کے بس میں نہیں ہوتا۔ وحی ان دروازوں کو کھول کر ان کے اندر کی بھی سیر کر دیتی ہے۔

وحی نورِ فطرت کو کامل کرتی ہے، یعنی فطرت کے اندر جو نور ہے، وحی کا نور آ کر اس کو بالکل جگہ گادیتا ہے، یہاں تک کہ تمام آفاق اس سے روشن ہو جاتے ہیں۔

وحی انسان پر حجت تمام کر دیتی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے انسان کو جو عقل دی ہے اور فطرت کی جتنی روشنی سے نوازا ہے اس کی بنابر قیامت کے دن چاہے تو اس سے سوال کر سکتا ہے اور اس کو سزا اور جزاء سکتا ہے۔ لیکن محض اس بنیاد پر اس نے انسان کو سزاد بنا پسند نہیں کیا، لہذا عقل و فطرت کی روشنی کے ساتھ ساتھ انبیاء کے ذریعہ وحی کی روشنی اور آسمانی پدایت ہیچ کر اس نے انسان کے اوپر اس طرح حجت تمام کر دی ہے کہ غلط کار انسان آخرت میں پکڑ لیے جائیں گے اور ہر شخص سے چھوٹی بڑی چیزوں سب کے متعلق سوال ہو گا۔

پس قرآن مجید ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے، تاکہ اس کی پنا پر وہ ایک غور کرنے والا انسان بنے، فطرت کی روشنی دی ہے کہ وہ مہذب اور شاسترستہ بنے، خیر و شر میں تیز کرے اور جیوان مطلق بن جائے۔ اس کے بعد وحی کی تعلیم اور کتاب نازل کر کے اس نے انسان کے لیے صحیح اور غلط اور خیر اور شر کو نہایت واضح کر دیا ہے، تاکہ اس کے پاس غلط روایت اختیار کرنے کا کوئی عذر باتی نہ رہ جائے۔ عقل اور وحی دونوں کا منبع ایک ہی ہے، لہذا ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ کامل موافقت ہے۔ عقل کی نارسانی کی بنابر یہ ضروری ہے کہ انسان وحی کی تعلیم کو مشعل راہ بنائے اور اس سے تربیت اور ترقی کیہ حاصل کرے۔“

(حوالہ سابق، ص ۲۲۸-۲۳۳)

قرآن مجید کا مرکزی موضوع کیا ہے؟

قرآن مجید کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لیے قرآن مجید کے مرکزی موضوع کو اچھی طرح سمجھنا ضروری ہے۔ عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اسلام یا مسلمان، قرآن مجید کا اصل موضوع ہو گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا مرکزی موضوع انسان ہے۔ اس اہم نکتہ کی وضاحت کے لیے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ یہ سوال پیش کرتے ہیں:

”قرآن مجید کس قسم کی کتاب ہے؟ اس کے نزول کی کیفیت اور اس کی ترتیب کی نوعیت کیا ہے؟ اس کا موضوع گفتگو کیا ہے؟ اس کی ساری بحث کس مددعہ کے لیے ہے؟ کس مرکزی موضوع کے ساتھ اس کے بے شمار مختلف النوع مضامین وابستے ہیں؟ کیا طرز استدلال، کیا طرز بیان اس نے اپنے مدعای کے لیے اختیار کیا ہے؟ جو شخص قرآن مجید میں عام تصنیفی ترتیب تلاش کرتا ہے اور وہاں اسے نہ پا کر کتاب کے صفحات میں بھکنے لگتا ہے، اس کی پریشانی کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ مطالعہ قرآن مجید کے ان مبادی سے ناواقف ہوتا ہے۔ وہ اس گمان کے ساتھ مطالعہ شروع کرتا ہے کہ وہ مذہب کے موضوع پر ایک کتاب پڑھنے چلا ہے۔ مذہب کا موضوع، اور دلکتاب، ان دونوں کا تصور اس کے ذہن میں وی ہوتا ہے جو بالعموم مذہب اور کتاب کے متعلق ذہنوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر جب وہاں اسے اپنے ذہنی تصور سے بالکل ہی مختلف ایک چیز سے سابقہ پیش آتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اس سے مانوس نہیں کر سکتا اور سرنشیتہ مضمون ہاتھ نہ آنے کے باعث بین السطور یوں بھکنا شروع کر دیتا ہے جیسے وہ ایک اجنبی مسافر ہے، جو کسی نئے شہر کی گلیوں میں کھو گیا ہے۔ اس گمگشتنی سے وہ بچ جائے اگر اسے پہلے ہی بتا دیا جائے کہ تم جس کتاب کو پڑھنے جا رہے ہو وہ تمام دنیا کے لطیرچیر میں اپنے طرز کی ایک ہی کتاب ہے، اس کی تصنیف دنیا کی ساری کتابوں سے مختلف طور پر ہوتی ہے۔ اپنے موضوع اور مضمون اور ترتیب کے لحاظ سے وہ ایک نرالی چیز ہے۔ لہذا تمہارے ذہن کا وہ کتابی سانچا، جواب تک کی کتب بینی سے بناء ہے، اس کتاب کے سمجھنے میں تمہاری مدد نہ کرے گا، بلکہ الٹا مراجم ہو گا۔ اسے سمجھنا چاہتے ہو تو اپنے پہلے سے قائم کیے ہوئے قیاسات کو ذہن سے نکال کر اس کی عجیب خصوصیات سے شناسائی حاصل کرو۔“ (تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۱۵، ۱۶)

مولانا آگے تحریر فرماتے ہیں:

”اس (قرآن) کا موضوع انسان ہے، اس اعتبار سے کہ لحاظِ حقیقت نفس الامری اس کی فلاج اور خسران کس چیز میں ہے۔ اس کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ ظاہر بینی،

قیاس آرائی یا خواہش کی غلامی کے سبب سے انسان نے خدا، نظام کائنات اور اپنی ہستی اور اپنی دنیوی زندگی کے متعلق جو نظریات قائم کیے ہیں اور ان نظریات کی بنابر جورو یہ اختیار کر لیے ہیں، وہ سب حقیقت نفس الامری کے لحاظ سے غلط اور نتیجے کے اعتبار سے خود انسان ہی کے لیے تباہ کن ہیں۔ حقیقت وہ ہے جو انسان کو خلیفہ بناتے وقت خدا نے خود بتادی تھی۔ اس کاملہ عالی انسان کو اس صحیح رویہ کی طرف دعوت دینا اور اللہ کی اس پدایت کو واضح طور پر پیش کرنا ہے جسے انسان اپنی غفلت سے گم اور اپنی شرارت سے سچ کرتا رہا ہے۔” (تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۱۹، ۲۰)

چنانچہ قرآن مجید میں تخلیقِ انسان اور تخلیقِ کائنات کا تذکرہ ہے، اسی طرح بعض سائنسی حقائق بھی بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں تاریخ اور تاریخی واقعات کا تذکرہ ہے، معاشیات سماجیات، سیاست، تمدن و تہذیب، معاشرت، احکام و قوانین پر فتنگو ہے، فلسفہ اور ما بعد طبیعی مسائل پر رoshni ڈالی گئی ہے، لیکن قرآن مجید ان میں سے کسی علم و فن کی کتاب نہیں ہے، بلکہ ان سب امور کا تعلق قرآن مجید کے موضوع اور مرکزی مضمون ہی سے جڑا ہوا ہے۔ انہی کے اطراف، تمام تفصیلات اور جزئیات گھومتی ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں عام کتابوں کی سی تصنیفی ترتیب تلاش کرنا بے سود ہے۔ قرآن مجید کی اس اہم خصوصیت کو لمحو نظر کر اس کا مطالعہ قرآن مجید کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ اس اہم حقیقت کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی کتاب کی صورت میں، ایک ہی با حضرت محمد ﷺ پر نازل نہیں کی گئی بلکہ یہ کتاب تیس (۲۳) برسوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتی رہی۔ اس کے جمع کرنے، کتابت اور حفاظت کے غیر معمولی انتظام پر آئندہ صفات میں رoshni ڈالی جائے گی۔ اس سے قبل مناسب ہو گا کہ قرآن مجید کی بعض اہم خصوصیات پر رoshni ڈالی جائے، تاکہ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے میں صحیح رخ حاصل ہو سکے اور حقیقت اور سچائی پانی آسان ہو۔

قرآن مجید کی بعض امتیازی خصوصیات

۱۔ قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے

قرآن مجید سے صحیح طور پر اور بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے اس کی اصل حیثیت کو ٹھیک طریقے سے سمجھ لینا ضروری ہے۔ اس ضمن میں بعض دلائل پیش کیے جا رہے ہیں، ان کی روشنی میں غور فرمائیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے یا کسی اور کا۔

ایک چھوٹی سی اقلیت کو چھوڑ کر دنیا کے انسانوں کی بہت بڑی تعداد نے ہمیشہ اللہ کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ یہ حقیقت تاریخی اعتبار سے ثابت شدہ ہے کہ اللہ کی طرف سے پیغمبر بھیجے گئے۔ ان پر اس نے کتابیں نازل کیں۔ تاریخی اعتبار سے مستند ذرائع سے ہمیں معلوم ہے کہ مختلف قوموں اور زمانوں میں پیغمبروں پر صحیفے اور کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔

قرآن مجید سے پہلے جو صحیفے اور کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئیں وہ تحریفات، انسانی کلام کی آمیزش، متن کے گم ہو جانے کی وجہ سے اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہ سکی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا حصول (جو ان کتابوں کا اصل مقصد تھا) ناممکن ہو گیا۔ انسانوں کے لیے خدا تعالیٰ ہدایت اور رہنمائی کی ضرورت اپنی جگہ برقرار رہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی ہدایت کو آخری مرتبہ جامع اور کامل شکل میں دنیا کے تمام انسانوں کو عطا فرمایا۔ اس کی حفاظت کا غیر معمولی اہتمام اور انتظام کیا گیا۔ قرآن مجید اللہ کے

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب

۲۷

صحیفوں اور کتابوں کے سلسلے کی آخری کڑی کے طور پر آج انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے محفوظ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم مانتے ہیں کہ اللہ ہے اور وہ اپنے بندوں کی مادی و جسمانی یہ نہیں، اخلاقی اور روحانی ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے تو ہم قرآن مجید کا انکار کیسے کر سکتے ہیں۔ پیغمبروں نے اللہ کی کتابوں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور عمل کر کے نمونہ بھی قائم کیا۔ اس سلسلے کی آخری کڑی اللہ کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ میں اور ان پر جو کلام آخری بارنازیل ہوا وہ قرآن مجید ہے۔ بلاشبہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔

اس بحث کا دوسرا پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ خود قرآن مجید اپنے بارے میں کیا بتاتا ہے؟ کیا وہ انسانی تاریخ میں پہلی کتاب ہے جس کا نزول اللہ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ پر ہوا؟ قرآن مجید کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ اس زمین پر انسانیت کے آغاز ہی سے ہدایت اور رہنمائی کا سلسلہ اللہ کی جانب سے شروع ہوا۔ قرآن مجید کا اعلان ہے کہ وہ پچھلے پیغمبروں پر نازل شدہ کتابوں میں درج پیغام اور تعلیمات کو از سر نو پیش کرتا ہے، کوئی نیا پیغام اور تعلیم پیش نہیں کرتا۔ گویا بدایت اور رہنمائی کے اس سلسلے کے آغاز سے لے کر اعتماد تک (یعنی قرآن مجید تک) تمام آسمانی کتابوں کو تسلیم کرنا ہوگا۔ کسی ایک کائنات تمام صحیفوں اور کتابوں کا انکار ہے۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ یہ سلسلہ ہدایت کی آخری کتاب اور آخری ہدایت ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”نبوت سے پہلے کی پوری چالیس سالہ زندگی میں آپؐ نے کوئی ایسی تعلیم و تربیت نہیں

پائی جس سے آپؐ کو وہ معلومات حاصل ہوتیں جن کے چشمے یا کیا یک دعوے نبوت

کے ساتھ ہی آپؐ کی زبان سے پھوٹنے شروع ہو گئے۔ اس سے پہلے کبھی آپؐ ان

مسائل سے دل چسپی لیتے ہوئے، ان مباحث پر گفتگو کرتے ہوئے اور ان خیالات کا

اظہار کرتے ہوئے نہیں دیکھے گئے، جواب قرآن مجید کی ان پے درپے سورتوں میں

زیر بحث آئتے تھے۔ حدیہ ہے کہ ان پورے چالیس (۴۰) سال کے دوران میں کبھی

آپؐ کے کسی گہرے دوست اور قریب ترین رشتہ دار نے کبھی آپؐ کی باتوں اور آپؐ کی

حرکات و سکنات میں کوئی چیز ایسی محسوس نہیں کی جسے اس عظیم الشان دعوت کی تمہید

کہا جا سکتا ہو جو آپ نے اچانک چالیسویں سال کو پہنچ کر دی شروع کر دی۔ یہ اس بات کا صریح ثبوت تھا کہ قرآن مجید آپ کے اپنے دماغ کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ خارج سے آپ کے اندر آئی ہوتی چیز ہے۔ (سیرت سرور عالم، جلد اول، صفحہ ۹۷)

ایک اور پہلو سے غور کریں کہ انسانی زندگی کے وجود، تحفظ اور بقا کے لیے سورج، چاند، ہوا اور پانی، جنگل و پہاڑ وغیرہ سب ناگزیر تھے، انسان کے بس میں نہیں تھا کہ وہ ان تمام اشیاء کو وجود بخشے اور اپنے لیے فائدہ مند بھی بنائے۔ اللہ کی بخشش اور بے انتہا مہربانی ہے کہ اس نے انسان کو بغیر مانگے یہ انمول نعمتوں عطا کیں۔ اللہ کی عطا کردہ عقل، حکمت اور بصیرت سے کام لے کر انسان نے اس کی ان عظیم نعمتوں کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا۔ انہیں اپنا خادم بنائے رکھنے کے لیے مختلف سائنسی تحقیقات کیں۔ ان کے ضابطوں کو جان کر اپنے لیے مفید بنایا۔

اسی طرح ہدایت اور رہنمائی اللہ کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اور انسان کی ضرورتوں میں سب سے بڑی ضرورت ہے۔ انسان سورج، چاند، ہوا، روشنی، حرارت اور پانی کا خالق نہیں۔ اسی طرح ہدایت اور رہنمائی کو وضع کرنے سے بھی قادر ہے۔ جس طرح انسانی زندگی کے وجود تحفظ اور بقا اور ترقا کے لیے اس سے بہتر انظام سوچا نہیں جاسکتا تھا، اسی طرح ہدایت اور رہنمائی بھی اللہ ہی کی طرف سے ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے اس کا انظام پیغمبروں کا سلسلہ جاری کر کے اور ان کے اوپر کتابوں کو نازل کر کے کیا۔ اس سے بہتر اور جامع کوئی انظام ہونہیں سکتا تھا۔ صرف پیغمبر آتے یا صرف کتابیں دی جاتیں تو یہ انظام ناکافی تھا۔ دونوں کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اللہ نے دونوں کا بہترین انظام کیا۔ اس کی رحمت رو بیت اور عدل و حکمت سے یہ بعید تھا کہ وہ انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنائے، اسے آزادی اور (بطور امتحان) اختیارات دے کر زمین پر بسائے، بہترین نعمتوں عطا کرے۔ زندگی کا ایک محدود عرصہ گزارنے کے بعد موت کے بعد اپنے سامنے حاضر ہونے کا موقع دے پھر اس کا حساب لے اور کام یابی یا ناکامی کے فیصلے صادر کرے، لیکن دنیوی زندگی کے لیے اسے وہ ہدایت اور رہنمائی نہ دے کہ وہ آخرت کے امتحان کی تیاری کر سکے۔ ظاہر ہے کہ اللہ رحمان اور رحیم، عدل کرنے والا اور بے پناہ حکمت کا مالک ہے۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا کہ انسان کو صحیح راستہ بتانے کا انظام نہ

کرے۔ چنانچہ اس نے پیغمبروں کو اور ان پر کتابوں کو نازل کیا۔ پیغمبروں میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ کتاب اپنی طرف سے پیش کر رہے ہیں، بلکہ ہر ایک نے اسے اللہ کی کتاب ہی بتایا۔ اسی تسلسل میں حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں اور ان پر قرآن مجید کا نازل ہونا ایک حقیقت ہے۔

اب پوزیشن یہ قرار پاتی ہے کہ یہودی اور عیسائی تورات کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب مانتے ہیں، لیکن قرآن مجید کو خدا کا کلام نہیں مانتے۔ عیسائی انجیل کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب مانتے ہیں، لیکن قرآن مجید کو اس کا کلام نہیں مانتے۔ مسلمان توریت، انجیل اور قرآن مجید کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب میں مانتے ہیں۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ توریت اور انجیل کا اصل متن گم ہے، صرف ترجمے ہی رہ گئے ہیں۔ تحریفات اتنی کثرت سے ہوئی ہیں کہ اللہ کا محفوظ کلام کہلانے کا حق وہ کھو چکے ہیں۔ سب سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا کلام انسان کے لیے سراسر ہدایت اور رہنمائی ہے، دنیوی فلاح اور اخروی نجات کا راستہ دکھاتا ہے۔ یہ مقصد ان تحریف شدہ کتابوں سے حاصل نہیں ہو سکتا، صرف قرآن مجید ہی سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

اس بحث کی مزید وضاحت مولانا مودودیؒ کے ایک اقتباس سے ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”یہ کلام جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے، یہ خدا ہی کا کلام ہے۔ اس حقیقت کو

ثابت کرنے کے لیے چار باتیں شہادت کے طور پر پیش کی گئی ہیں:

ایک یہ کہ یہ کتاب بڑی خیر و برکت والی ہے، یعنی اس میں انسان کی فلاح و بہبود

کے لیے بہترین اصول پیش کیے گئے ہیں۔ عقائد صحیح کی تعلیم ہے، بھلاتیوں کی

ترغیب ہے، اخلاق فاضلہ کی تلقین ہے، پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ہدایت ہے

اور پھر یہ جہالت، خود غرضی، تنگ نظری، ظلم، تیش اور دوسرا ان برا یوں سے، جن

کا انبار تم لوگوں نے کتب مقدسے کے مجموعے میں بھر کھا ہے، بالکل پاک ہے۔

دوسرے یہ کہ اس سے پہلے خدا کی طرف سے جو ہدایت نامے آئے تھے، یہ کتاب ان

سے الگ ہٹ کر کوئی مختلف ہدایت پیش نہیں کرتی، بلکہ اسی چیز کی تصدیق و تائید

کرتی ہے جو ان میں پیش کی گئی تھی۔

تیسرا یہ کہ یہ کتاب اسی مقصد کے لیے نازل ہوتی ہے جو ہر زمانے میں اللہ کی طرف سے کتابوں کے نزول کا مقصد رہا ہے، یعنی غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو چونکا نا اور کسی روی کے انجام بدے خبردار کرنا۔

چوتھے یہ کہ اس کتاب کی دعوت نے انسانوں کے گروہ میں سے ان لوگوں کو نہیں سمیٹا جو دنیا پر سست اور خواہشِ نفس کے بندے ہیں، بلکہ ایسے لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا ہے جن کی نظر حیات دنیا کی تنگ سرحدوں سے آگے تک جاتی ہے اور پھر اس کتاب سے متاثر ہو کر جو انقلاب ان کی زندگی میں رہنمای ہوا ہے، اس کی سب سے زیادہ نمایاں علامت یہ ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان اپنی خدا پرستی کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔ کیا یہ خصوصیات اور یہ نتائج کسی ایسی کتاب کے ہو سکتے ہیں جسے کسی جھوٹے انسان نے گھٹ لیا ہو، جو اپنی تصنیف کو خدا کی طرف منسوب کر دینے کی انتہائی مجرمانہ جسارت تک کر گزرے؟” (تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۵۶۳، ۵۶۵)

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں خود اس کی تصنیف کے سلسلے میں کیا بات کی گئی ہے؟ قرآن مجید کی درج ذیل آیات پر غور فرمائیں:

تَنْذِيلُ الْكِتَابِ لِأَرَيْبٍ فِيهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ ⑤ (السجدة: ۳۲)

”یہ کتاب یقیناً رب العالمین کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔“

تَنْذِيلًا هُمْ خَلَقُ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى ⑥ (طه: ۲۰)

”یہ کتاب زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کی نازل کردہ ہے۔“

وَإِنَّكَ لَتَشْفَقُ الْقُرْآنَ مِنْ لَدْنِ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ⑦ (آل عمران: ۷۲)

”اے نبی! بلاشبہ تم یہ قرآن مجید ایک حکیم و علیم، سنتی کی طرف سے پار ہے ہو۔“

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ

أَحْيَتِلَا فَأَكَثِيرًا ⑧ (النساء: ۸۲)

”کیا یہ لوگ قرآن مجید پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنا کتاب

تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔“

وَإِنَّهُ لَتَبْرِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٩﴾

(ashrae: ۲۶)

”یہ قرآن مجید رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔“

قرآن مجید میں بار بار یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

ایک اہم دلیل اس امر کی کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، خود قرآن مجید ہی میں دیا گیا چیخن ہے، جس کا جواب آج تک نہیں دیا جاسکا اور آئندہ بھی دیا نہ جاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّيْلٌ إِجْنَانَعَتِ الْإِنْسَنُ وَالْجِنُّ عَلَى آنِ يَأْتُونَ بِمُشْلِهِ هَذَا الْقُرْآنُ

آلَيَّأُتُونَ بِمُشْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لَبَعِضٍ ظَهِيرًا ﴿۸۸﴾

(عن اسرائیل ۱۷: ۸۸)

”کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن مجید جیسی کوئی چیز لانے

کی کوشش کریں تو نہ لامکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی

کیوں نہ ہوں۔“

قرآن مجید میں یہ چیخن ہے دیا گیا کہ اس کے کلام الہی ہونے کا انکار کرنے والے اسی

شان کا ایک کلام بنالائیں۔ (الطور: ۳۳، ۳۳) کچھ توقف کے بعد کہا گیا کہ دس سورتیں بنالائیں۔

آخر میں کہا گیا کہ اس جیسی ایک سورہ تصنیف کر لاؤ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلاستے

ہو، مدد کے لیے بلالو۔ (یوس: ۲۷، ۳۸)

جب حضرت محمد ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ بھرت کر کے آگئے تو یہ چیخن مدینہ

میں بھی دیا گیا:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأَتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ

مُّشْلِهِ وَادْعُوا شَهِدَاءَ كُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ ﴿۲۳﴾

(البقرہ: ۲۳)

”اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے ہندے پر اتنا ری ہے،

یہ ہماری ہے یا نہیں تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنالاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو

بلاؤ، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو اگر تم سچ ہو تو یہ کام کر کے
دکھاؤ۔“

اس چیلنج کا جواب اس زمانے میں مکہ اور عرب کے بڑے شعراء، ادباء اور ماہر عربی داں
نہیں دے سکے۔ رہتی دنیا تک یہ چیلنج باقی ہے۔ غور فرمائیں کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اس کو
غلط ثابت کرنے کے لیے مخالفین کو اس اتنا ہی کرنا ہو گا کہ ایک چھوٹی سی سورت اس کے مانند
بنا کر قرآن مجید کے کھلے چیلنج کا جواب دیں، لیکن آج تک کوئی اس میں کام یا ب نہیں ہوا کا اور
نہ قیامت تک کسی کو کام یابی حاصل ہو سکتی ہے۔

قرآن مجید میں موضوعات کا تنوع، ان کی وسعت اور ہمہ گیری بھی اس کے اللہ کا کلام
ہونے کی ایک اہم دلیل ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی تحریر کرتے ہیں:

”قرآن مجید میں جن موضوعات سے بحث کی گئی ہے ان کا احاطہ کرنا کسی انسان کے
بس میں نہیں۔ یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ
کائنات کیوں بنائی گئی ہے؟ انسان کا مقام کیا ہے؟ اور اس سے کون سارو یہ مطلوب
ہے؟ وہ اپنی خواہشات، ارادوں اور اعمال کا مالک و مختار ہے، یا کسی کے سامنے
جواب دہ ہے؟ اگر جواب دہ ہے تو کس کے سامنے؟ ان سوالات کے قرآن مجید میں
بہت تفصیلی اور واضح جوابات دیے گئے ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اس کائنات کو
ایک ہستی نے منصوبہ بند طریقے پر وجود بخشتا ہے اور اس میں انسان کو آزمائش کے
لیے بھیجا ہے کہ وہ اس میں اپنے اور اس پوری کائنات کے خالق و مالک کے بتائے
ہوئے سیدھے راستے پر چلتا ہے یا غلط راستوں پر جا پڑتا ہے۔ سیدھا راستہ کیا ہے؟
اور غلط راستے کون کون سے ہیں؟ اسے بھی بہت کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔
اس پر کائنات کے مختلف مظاہر اور خود انسان کے اپنے وجود اور پوری انسانی تاریخ
سے دلائل فراہم کیے گئے ہیں۔ اس میں یہ کہی بتایا گیا ہے کہ پچھلے زمانوں میں انسان
کس کس طرح غلط راستوں پر چلتا رہا؟ اور کن ذرائع سے اس کی صحیح راستے کی طرف
رہنمائی کی جاتی رہی ہے؟ اسی طرح اس میں اس موضوع پر بھی بہت تفصیل سے روشنی
ڈالی گئی ہے کہ صحیح راستے کو اختیار کرنے والوں اور غلط راستوں پر چلنے والوں پر اس

دنیا میں کیا اثرات اور تنخ گھر مرتب ہوتے ہیں؟ اور اس دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد جب ایک دوسری دنیا وجود میں آئے گی، اس میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے؟ ان موضوعات پر اور ان جیسے دیگر اور بہت سے موضوعات پر قرآن مجید میں بہت واضح اور قطعی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ جو معلومات پیش کی گئی ہیں وہ محض قیاسات، اندازوں اور مگان پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ انہیں پیش کرنے والا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے۔ ماضی پر بھی اس کی نظر ہے اور مستقبل بھی پوری طرح اس پر عیاں ہے۔ (حقائق اسلام۔ بعض اعتراضات کا جائزہ، صفحہ ۳۰، ۳۹)

قرآن مجید کے اللہ کا کلام ہونے پر ایک اور دلیل ڈاکٹر صاحب ان الفاظ میں دیتے ہیں:

”کائنات کے مختلف مظاہر کے بارے میں قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے جو بیانات دیے تھے ان کی معنویت اور صداقت زمانہ گزرنے کے ساتھ آشکارا ہو رہی ہے۔ اس وقت کے انسان کا مبلغ علم اتنا تھا ہی نہیں کہ ان کا مفصل اور دقیق اور اک کر سکے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق، پہاڑوں کی بناؤٹ، ہواؤں، بادلوں اور بارش کے مظاہر اور انسانوں کی تخلیق کے سلسلے میں جو بیانات قرآن مجید میں مذکور ہیں، آج سے چودہ سو سال پہلے کا کوئی انسان اتنی صحت اور باریکی کے ساتھ نہیں پیش کی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بیانات شاہد ہیں کہ انہیں پیش کرنے والی وہ ذات ہے جو حقائق کا براہ راست علم رکھتی ہے اور اس کے لیے زماں و مکان کی قید بے معنی ہے۔“ (حوالہ سابق، ص: ۲۱)

۲۔ قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے ہے

قرآن مجید تمام انسانوں کے لیے کتاب پدایت ہے۔ یہ ایک بہت بڑی سچائی ہے۔ یہ بات محض کوئی دعویٰ نہیں ہے، بلکہ ایک اہم حقیقت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی مادی، طبعی اور جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اپنی جانب سے بہترین انتظام کر کے اس کو سب کے لیے عام کر دیا۔ اس کا سورج، چاند، ہوا، پانی، زمین و آسمان، دن اور رات کا انتظام سب کے لیے ہے۔ کسی انسانی گروہ، ملک اور قوم و نسل کی ان پر

اجارہ داری نہیں ہے، کیوں کہ انسانی زندگی کے برقرار رہنے اور تحفظ و بقا کے لیے یہ ذرائع ناگزیر ہیں۔ کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ان سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ انسان یہ بھی نہیں دیکھتا کہ دوسرے لوگ ان ذرائع سے فائدہ اٹھا رہے ہیں یا نہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ دوسرے انسان ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، لہذا میں کیوں فائدہ اٹھاؤں۔ کیوں کہ وہ دوسروں کی وجہ سے ان ذرائع کو ترک کرنا چاہے گا تو دراصل یہ خود کشی کی راہ ہوگی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی اخلاقی اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کا بھی بہترین انتظام فرمایا۔ اس کو بھی تمام انسانوں کے لیے عام کر دیا۔ یہ انتظام وحی الٰہی، پیغمبر اور کتاب ہدایت پر مشتمل ہے۔ آخری پیغمبر حضرت محمد ہبیں اور آخری کتاب قرآن مجید ہے۔ اس پورے انتظام کو تمام انسانوں کے لیے بلا حاذر نگ نسل اور زبان و علاقہ عام کر دیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ انتظام انسان کی تمام ضرورتوں میں سب سے اہم اور بنیادی ضرورت کی تکمیل کرتا ہے۔ ہدایت ربی اپنی فرد، گروہ، خاندان اور قوم نسل کی اجارہ داری نہیں ہے۔ کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے ہدایت اور خدا تعالیٰ رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنی دنیوی زندگی کی کام یابی، امن وسلامتی اور تعمیر و ترقی میں قطعاً دچپی نہیں رکھتا۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ آخرت کی ابدی زندگی میں نجات کے حصول یعنی جہنم کے عذاب سے بچنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ جب آپ قرآن مجید کا مطالعہ کریں گے تو اس اہم حقیقت کو تفصیل سے سمجھ سکیں گے۔ قرآن مجید کی ہدایت اور تعلیمات سے ان مقاصد کی تکمیل پدر جہاً تم ہوتی ہے۔ اس طرح گویا قرآن مجید ہر انسان کی زندگی کے لیے خالق کا عطا کردہ ضابط (Manual) ہے۔

اس مختصر گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید سب کے لیے ہے۔ چنانچہ قرآن مجید دنیا کے ہر انسان کو بلا تفریق و امتیاز مخاطب کرتا ہے۔ قرآن مجید پچھلی کتابوں کا حریف نہیں، بلکہ تحریف شدہ اور مسخ کتابوں کی گم شدہ سچائیوں، تعلیمات اور اصل رہنمائی کو جامع انداز میں محفوظ کر کے پیش کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ تمام آسمانی کتابوں کے ماننے والوں اور پیر وؤں سے بھی قرآن مجید اپنارشتہ قائم کرتا ہے اور انہیں بھولا ہوا سبق یاد دلاتا ہے۔

قرآن مجید کا یہ انداز خطاب دیکھیے:

يَا أَيُّهَا الْأَنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ۝ (الأنفطار ۸۲:۸)

”اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔“

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ۝ (آل عمران ۲۱:۲)

”اے لوگو! تم اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا۔“

تَبَرَّكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَلَمِينَ نَذِيرًا ۝

(الفرقان ۲۵:۱)

”برڑی برکتوں والا ہے وہ اللہ جس نے حق و باطل کو پوری طرح واضح کر دینے والا

قرآن مجید اپنے بندے (محمد) پر نازل کیا ہے، تاکہ وہ سارے جہان کو خبردار کرے۔“

اس کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید کی بدایت، پیغام اور تعلیمات انسان کی فطرت اور اس کے مطالبات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ دوسرے الفاظ میں قرآن مجید کی کوئی تعلیم انسان کی فطرت کے خلاف نہیں۔ انسان کی فطرت کے تقاضوں کا جواب پورا قرآن مجید ہے۔ انسان کی فطرت اگر مسخ نہیں ہوتی ہے تو وہ مطالعہ قرآن مجید کے بعد اس حقیقت کو جان لے گا۔ اپنی فطرت کے مطابے کو ٹھکرا کر انسان نہ صرف یہ کہ حق حیسی عظیم اور قیمتی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے، بلکہ اپنے ازیلی دشمن شیطان کے جال میں پھنس کر گمراہ ہونے سے نج نہیں پاتا۔ مولانا ناصر الدین اصلاحی لکھتے ہیں:

”قرآنی تعلیمات کا مزاج آفاقی اور بین الانسانی ہے۔ ان پر کسی خاص زمانے کی مخصوص ضرورتوں یا کسی خاص قوم کے مخصوص گروہی تقاضوں کی چھاپ نہیں ہے۔ وہ کسی قوم یا نسل کو اپنے سامنے نہیں رکھتی، بلکہ صرف انسان اور انسانی فطرت کو سامنے رکھتی ہیں۔ اس لیے وہ ہر زمانے، ہر قوم، ہر نسل اور ہر نظر کے لوگوں کے لیے یکساں طور پر موزوں اور مطابق ہے۔ قرآن حکیم کی یہی صفت انتیاز ہے جس کی بناء پر اس نے اپنے لائے ہوئے دین کو دین فطرت کہا ہے۔“

(قرآن مجید ایک تعارف، صفحہ ۷۳)

۳۔ قرآن مجید محفوظ کلامِ الٰہی ہے

قرآن مجید تمام انسانوں کی بدایت کے لیے اللہ کی آخری کتاب ہے۔ اس لیے کہ اس

کا نزول حضرت محمد ﷺ پر ہوا جو اللہ کے آخری پیغمبر ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کی پیشیں گوتیاں بہت سی مذہبی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ آخری پیغمبر پر نازل کی جانے والی کتاب (یعنی قرآن مجید) آخری کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ پچھلے پیغمبروں اور پچھلی کتابوں کا ایک سرسری جائزہ یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ ان کے بہت سے احکام اپنی قوموں اور زمانوں کے لیے ہی مخصوص تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور وہ محفوظ حالت میں باقی ہوتیں تو انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے کام آسکتی تھیں، لیکن ان کتابوں میں تحریفات، ترمیمات اور انسانی کلام کی ملاوٹ نے خدا تعالیٰ ہدایت اور رہنمائی کو پوری طرح گم کر دیا۔ اتنا ہی نہیں، جن پیغمبروں پر یہ کتابیں نازل کی گئی تھیں، ان کی سیرت بھی محفوظ نہ رکھی۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ یہ کتابیں مخصوص زمانے اور قوموں کے لیے ہی تھیں۔ اب دیکھیے کہ قرآن مجید کس طرح محفوظ ہے؟

مولانا صدر الدین اصلاحی تحریر کرتے ہیں:

(الف) ”کسی کتاب کے محفوظ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے الفاظ بعینہ وہی بین جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل فرمائے گئے تھے۔

(ب) ان الفاظ میں باہمی ربط و ترتیب، نیزان سے بننے ہوئے جملوں اور فقروں کا سلسلہ بھی ٹھیک وہی ہے جسے اس کتاب کے لانے والے پیغمبر نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کیا تھا۔

(ج) اس میں سے کوئی ایک کلمہ خداوندی بھی ضائع نہیں ہوا ہے، نہ اس طرح کہ وہ بالکل غائب ہو گیا ہو، نہ اس طرح کہ اس کو ہٹا کر اس کی جگہ کوئی اور لفظ رکھ دیا گیا ہو۔

(د) اس میں کوئی لفظ بڑھایا نہیں گیا ہے، حتیٰ کہ اس کے لانے والے پیغمبر کا اپنا بھی کوئی لفظ اس کے اندر داخل نہیں ہوا ہے۔

ان باتوں میں سے اگر کوئی ایک بھی ناپید ہو جائے تو پھر کتاب کو صحیح معنوں میں محفوظ ہرگز نہ کہا جاسکے گا۔“ (قرآن مجید کا تعارف، صفحہ ۱۷۲-۱۷۳)

قرآن مجید کی حفاظت کا غیر معمولی اور بے نظیر انتظام کیا گیا۔ تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی ہی میں قرآن مجید کے جمع کرنے کا کام

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمای کتاب

(Compilation) مکمل ہو گیا۔ حفاظت قرآن مجید کے سلسلے میں صحابہؓ کا رول ناقابل فراموش ہے۔ اس سلسلے میں بعض اصولی باتوں پر غور فرمائیں:

(۱) قرآن مجید کو یاد کرنے اور کتابی شکل میں جمع کرنے کے سلسلے میں روایات اور واقعات موجود ہیں۔ ان کی جانچ کرنے سے یتیجہ لکھتا ہے کہ یہ سب مستند ہیں۔ تاریخ کے ریکارڈ اور روشنی میں ہم تک پہنچ ہیں، ان میں کوئی سنسنائی بات نہیں ہے اور حضن قصہ کہانی کی نوعیت کی نہیں ہے، بلکہ مستند اور محفوظ تاریخی روایات ہیں۔ محض عقیدت پر مبنی داستانیں نہیں ہیں۔ یہ بات پورے تین کے ساتھ کبھی جاسکتی ہے اور مانی جانے کے قابل ہے کہ جو قرآن مجید آج کسی مکتبے یا بک سیلر سے آپ حاصل کرتے ہیں وہ وہی کتاب ہے جو آج سے ڈیڑھزار برس قبل حضرت محمدؐ پر نازل ہوئی تھی۔

(۲) قرآن مجید کا متن (Original Text) محفوظ ہے۔ عربی زبان، جس میں قرآن مجید نازل ہوا، تقریباً ڈیڑھزار برس بعد آج بھی ایک زندہ اور مین الاقوامی زبان ہے۔ قرآن مجید کے متن کی حفاظت کے سلسلے میں جو انتظام حضرت محمدؐ نے کیا اور صحابہؓ کرامؓ نے اس میں بھرپور حصہ لیا، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

(۳) دنیا میں کسی بھی ملک کے ایک گاؤں سے قرآن مجید کا نسخہ لیں، پھر کسی دور دراز ملک کے بڑے شہر سے قرآن مجید کا کوئی نسخہ لے کر موازنہ کریں تو دونوں یکساں ہوں گے، متن میں کوئی فرق نہیں ہوگا، یعنی پوری دنیا میں قرآن مجید کا ایک ہی متن (Version) ہے، جس کو سب مانتے ہیں۔ کسی بھی مسلم جماعت، مسلک یا مکتب فکر کا الگ کوئی قرآن مجید نہیں ہے، جس کو وہ اکیلے تسلیم کرتے ہوں اور باقی مسلمان اسے تسلیم نہ کرتے ہوں۔ قرآن مجید کے متن کی کتابت کا انتظام حضرت محمدؐ نے ابتداء سے کیا۔ وحی نازل ہونے کے فوراً بعد ہی وحی کو لکھنے کا اہتمام کیا گیا۔ وحی کی کتابت کے لیے بیالیں (۴۲) صحابہؓ کو ذمہ داری دی گئی تھی۔ ان صحابہؓ کے نام ریکارڈ میں درج ہیں۔ سفر ہو یا قیام، ہر حالت میں حضرت محمدؐ پر جیسے ہی وحی نازل ہوتی، کاتبوں میں سے کسی کو بلا کر اس کو لکھواتے۔ اکثر سفر میں کاتب ساتھ ہوتے۔ اس میں احتیاط کا پہلو دیکھیے۔ وحی کی کتابت کو کافی نہیں سمجھا جاتا، بلکہ حضرت محمدؐ پر

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کا کتاب

پڑھوا کر سن لیتے۔ اگر کوئی قابلِ اصلاح بات ہوتی تو اصلاح کر دیتے۔ اس کے بعد عام مسلمانوں میں اس کا اعلان کر دیا جاتا۔

حضرت محمد ﷺ کی باتوں اور عمل کو عدیث، کہا جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں قرآن مجید کی کتابت مکمل ہو چکی تھی۔ کتابت کے لیے اس دور میں جوشایاء میسر تھیں ان میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

* پتھر کی سلیں * اونٹ کی بڑی بڑی * چمڑے کے بڑے ٹکڑے

* کھجور کی شاخیں * درخت کے بڑے پتے * کاغذ

صحابہؓ کی اچھی خاصی تعداد ایسی بھی تھی جو قرآن مجید کو اپنے لیے لکھ کر محفوظ کر لیتے اور

تلاوتِ قرآن مجید کے وقت اس سے مدد لیتے تھے۔

متنِ قرآن مجید کی حفاظت کا ایک عجیب و غریب انتظام اس کو حفظ کرنا تھا۔ اس زمانے میں عربوں کا حافظہ مشہور تھا۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب تک یاد رکھتے تھے۔ بڑی بڑی نظمیں (قصیدے)، خواہ وہ کئی سو یا ہزار اشعار پر مشتمل ہوں، زبانی یاد کر لیتے۔

اس کے لیے صرف چند بار سن لینا کافی ہوتا تھا۔ صحابہؓ کو قرآن مجید یاد کرنے کا بڑا شوق تھا۔

نمازوں میں قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھا جاتا ہے، اس لیے بھی قرآن مجید کی سورتیں یاد کرنا ضروری تھا۔ اس لیے قرآن مجید کا بڑا حصہ یاد کر لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ پورا قرآن مجید حفظ کرنے والے صحابہؓ کی تعداد بھی بہت تھی۔ مسجد نبوی کے سامنے ایک چبوترے پر اسی (۸۰) یا کچھ

زیادہ صحابہؓ رہا کرتے تھے۔ ان کا اہم مشغله قرآن مجید سیکھنا اور سکھانا ہی تھا۔ غرض یہ کہ صحابہ کی کشیر تعداد قرآن مجید کی حافظت تھی۔ یہ بات تاریخ کے ریکارڈ پر ہے کہ مدینہ کے اطراف کی بستیوں میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ماہر اور حافظ قرآن مجید صحابہؓ کو بھیجا جاتا۔

ان کی تعداد بعض موقعوں پر ستر (۳۰) تک ہوا کرتی تھی۔ ایک جنگ (جنگ یکماہ) میں

سات سو (۷۰۰) کی تعداد میں ایسے صحابہؓ شہید ہوئے تھے، جو کامل قرآن مجید کے حافظ تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں ایک جلد میں ترتیب دیے گئے قرآن مجید کے سر کاری

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب

نسخ (official copy) سے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ نے سات نقلیں کروائیں اور اس دور کی
اسلامی خلافت کے اہم مرکز پر ارسال فرمائیں۔ آج بھی ان میں سے چار نسخے دست یاب
ہیں۔ وہ مقامات یہ ہیں:

۱- تاشقند ۲- استنبول (ترکی)

۳- دمشق (شام) ۴- قاہرہ (مصر)

غرض یہ کہ قرآن مجید کے متن میں کوئی انسانی لفظ یا کلام ملا یا نہیں گیا، نہ قرآن مجید میں
سے کوئی چیز کم کی گئی ہے۔ وہ جیسا اور جس طرح اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل
ہوا تھا، آج بھی ویسا ہی موجود ہے۔

قرآن مجید کی حفاظت کا ایک انتظام یہ بھی ہے کہ ماہِ رمضان میں ہر سال مساجد
میں ”نماز تراویح“ میں مکمل قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ گاؤں اور قصباتک میں حافظ قرآن تراویح
کی نماز میں تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ رمضان کی ۲۷ یا ۲۶ ویں تاریخ کو
قرآن مجید کی تلاوت پوری کر دی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا حیدر الدین خاں تحریر کرتے ہیں:

”قرآن مجید محفوظ ہے جب کہ دوسری کتابیں اپنی اصلی اور ابتدائی حالت میں محفوظ نہیں۔

یہی قرآن مجید کی اصل امتیازی خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر اب وہ قیامت تک
کے لیے واحد قابل اتباع اور واحد ذریعہ نجات کتاب ہے۔“ (عظمت قرآن مجید، صفحہ ۶۰۵)

۲- قرآن مجید میں اختلاف اور تضاد نہیں ہے

کسی بھی مذہبی کتاب (Scripture) میں اختلاف اور تضاد بیانی قبل قبول نہیں۔

اگر وہ واقعی اللہ کا کلام ہے تو انسانوں کی کام یابی اور اخروی نجات اس کی پیروی پر مخصر ہے۔
اختلاف اور تضاد بیانی کا اس میں پایا جانا دراصل انسانی کلام کی آمیزش کا نتیجہ ہوتا ہے۔ دنیوی
کام یابی اور اخروی نجات جیسے اہم اور بنیادی مسئلے کے تعلق سے اگر تضاد بیانی موجود ہو تو انسان
کیا قبول کرے اور کس بات کا انکار کرے؟ یہ قبول یا انکار کس دلیل اور کسی وی کی بنیاد پر ہوگا؟

دلیل اور کسوٹی کا فیصلہ کرنے کا اختیار کس کا ہوگا؟ دو یا زائد اختلاف اور متضاد باتوں میں بے یک وقت سب صحیح نہیں ہو سکتیں، ان میں سے کوئی ایک بات ہی صحیح ہوگی۔ لہذا مذہبی کتب کو اختلاف اور تضاد پیشی سے پاک ہونا چاہیے، ورنہ خدائی ہدایت اور رہنمائی مشتبہ ہو کر رہ جائے گی۔ انسان تحریف شدہ کتاب سے ہدایت حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ اس کے بھٹک جانے کا خطرہ ہوگا۔ مذہبی کتابوں کا احترام اپنی جگہ پر ہے، لیکن ہر انسان کے لیے حق کی تلاش ضروری ہے۔

جہاں تک قرآن مجید کا معاملہ ہے، وہ شروع سے آخر تک اختلاف اور تضاد پیشی سے خالی ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں پیچھے یہ بات آچکی ہے کہ تیس (۲۳) رسول میں تھوڑا تھوڑا کر کے وہ حضرت محمد ﷺ پر اللہ کی جانب سے نازل ہوا۔ اتنی طویل مدت کے باوجود اس میں شروع میں کہی گئی باتوں اور بعد کی باتوں میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ قرآن مجید کی کوئی بات آج تک غلط ثابت نہیں کی جاسکی۔ انسانی کلام اور تصنیفات میں ہم ایسی کمزوریوں کو پاتے ہیں۔ مصنفوں بالعوم اپنی کتاب کے اگلے ایڈیشن میں غلطیوں کی اصلاح کرتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید ایسی تمام کمزوریوں سے پاک ہے۔ مثلاً اس میں سب سے بڑی تعلیم توحید کی ہے۔ اس کے بال مقابل شرک کی تردید پر زور طریقے سے کی گئی ہے۔ قرآن مجید شرک کے نقصانات پیش کرتا ہے اور توحید کے حق میں بہترین دلائل شروع سے آخر تک دیتا ہے، لیکن پورے قرآن مجید میں کہیں بھی شرک کے حق میں ادنیٰ سی بھی بات نہیں۔ کہیں توحید کا انکار نہیں۔ یہ ایک مثال ہے۔ اسی طرح رسالت اور آخرت دین کے بنیادی عقائد میں۔ ان کے تعلق سے بھی وہی کیفیت ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات میں باہم کوئی تکرار نہیں، کوئی ناہمواری نہیں، بلکہ مکمل ہم آہنگی اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید اپنے پیغام، اصولوں اور تعلیمات کو نہیں واضح، صاف اور بھرپور انداز میں بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد روشن دلائل اپنی تائید میں پیش کر کے لوگوں کو قبول یا انکار کرنے کی آزادی دیتا ہے۔ انکار حق کے دنیوی اور آخری نتائج سے البتہ بخبر ضرور کرتا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے بارے میں اس طرح اعلان کیا ہے:

آفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ

(النساء: ۸۲:۳)

اُخْتِلَافًا گَشِيرًا^④

”کیا یہ لوگ قرآن مجید پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کسی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔“

۵—قرآن مجید حضرت محمدؐ کی تصنیف نہیں ہے

پچھلے صفحات میں دلائل کی روشنی میں یہ بات پیش کی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی کتاب ہے۔ کوئی انسان، بلکہ تمام انسان مل کر، کسی دوسری مخلوق کی مدد سے بھی قرآن مجید حیسا کلام اور کتاب تیار نہیں کر سکتے۔ مکمل قرآن مجید تو بڑی بات ہے، صرف ایک سورہ تیار کرنے کا چیلنج تقریباً ڈیڑھ ہزار برس سے دنیا کے سامنے ہے، لیکن دنیا اس کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو اب یہ حضرت محمد ﷺ کی تصنیف کیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ قرآن مجید کے وہ مصنف ہیں، بلکہ ہمیشہ اللہ کے کلام کی حیثیت سے پیش فرمایا۔ مکہ میں آپؐ قرآن مجید کے نازل ہونے سے قبل چالیس (۴۰) سال مکہ کے باشندوں کے درمیان گزار چکے تھے۔ مکہ کے لوگ جانتے تھے کہ آپؐ کو بچپن اور نوجوانی میں کسی کے پاس جا کر کسی سے پڑھنے اور سیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ آپؐ نے بار بار لوگوں کو یہی بتایا کہ یہ کلام میر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ میں تمہارے درمیان عمر کا ایک عرصہ گزار چکا ہوں۔ کبھی اس طرح کی باتیں اور تعلیمات لوگوں کو نہیں بتائیں۔ چالیس سال کی عمر میں خدا کی جانب سے وہی نازل ہونے کے بعد آپؐ نے لوگوں کو اپنی پیغمبری اور خدا تعالیٰ تعلیم وہدایت سے پہلی بار آگاہ کیا۔ قرآن مجید میں پچھلے انیاء، ان کی قوموں کے حالات اور واقعات تفصیل سے بتائے گئے ہیں۔ بعض سائنسی حقائق کا تذکرہ ہے جن کا اکٹشاف پچھلے ڈیڑھ دو سو برسوں میں ممکن ہو سکا۔ آخر حضرت محمد ﷺ کے پاس ڈیڑھ ہزار برس قبل ان معلومات کا ذریعہ کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ کسی بھی انسان کے لیے یہ بات ناممکن تھی۔ مکہ ریگستانی علاقہ تھا اور علم و تہذیب کے مرکز سے دور تھا۔ ساتویں صدی میں ان حقائق کے علم کے لیے کسی انسانی منبع کی موجودگی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

قرآن مجید میں یہ چیلنج ایک سے زائد مرتبہ دیا گیا کہ اگر یہ کسی انسان کا یا بالفرض حضرت محمد ﷺ کا پنا کلام ہے تو پھر کسی دوسرے انسان یا کسی گروہ کو اس کے برابر یا اس سے اچھے کلام کو پیش کرنے کی قدرت ہونی چاہیے، لیکن اس زمانے سے لے کر آج تک کسی نے بھی اس چیلنج کا جواب نہیں دیا اور نہ کبھی دے سکتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ اس قدر سچے اور امانت دار تھے کہ بارہادشمنوں نے گواہی دی کہ آپ سے بڑھ کر سچا اور امانت دار کوئی نہیں۔ اپنی امانتیں وہ آپ ہی کے پاس رکھاتے تھے تاکہ محفوظ رہیں۔ ایسی ہستی سے کیسے وہ توقع کر سکتے تھے کہ کسی تصنیف کو جھوٹ بول کر اللہ کی طرف منسوب کر دے۔

۶۔ قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے

اللہ تعالیٰ نے پہلے دن سے ہی انسانوں کی ہدایت کا انتظام سلسلہ نبوت و رسالت اور کتابوں و صحیفوں کے ذریعہ کیا۔ قرآن مجید سے پہلے بھی مختلف زمانوں اور قوموں کے لیے پیغمبر بھیجے گئے اور کتابوں و صحیفوں کو اتنا رکھا گیا۔ ان تمام کتابوں و صحیفوں کو خدا تعالیٰ کلام اور ہدایت کا درجہ حاصل تھا۔ ان کی بنیادی تعلیمات اور پیغام میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا تھا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ انسانی کلام کی آمیزش نے ان کتابوں اور صحیفوں کی اصلی تعلیم کو گم کر دیا۔ حق و صداقت مشتبہ بن گئی۔ ان کتابوں اور صحیفوں سے الگ الگ راستوں کی نشان دہی ہوئی۔

اہم اور بنیادی امور، مثلاً اللہ کا تصور، اس کی صفات اور تلقاضے، زندگی بعد الموت کے بارے میں اختلافات اور تضادات سامنے آگئے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کسی زمانے میں وہ خدائی کلام پر مشتمل کتاب اور صحیفہ رہا ہوگا، لیکن تحریف کے نتیجے میں اس کی یہ پوزیشن ختم ہو گئی۔

ضرورت تھی کہ انسان خدائی ہدایت سے محروم نہ رہے۔ ایسے اصول اور تعلیمات اس کو عطا کی جائیں جن پر وہ با آسانی عمل کر سکے، نئے نئے مسائل زندگی اور معاملات کا حل بھی ان کی روشنی میں نکال سکے، خدائی ہدایت سب کے لیے ہو، محفوظ ہو اور آفاقی (Universal) ہو۔

چنانچہ قرآن مجید ایسی ہی کتاب ہے۔ خدائی ہدایت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اب عالمی اور آفاقی

حیثیت کی عامل کتاب کے نزول کے ساتھ مکمل ہوا۔ خدائی پدایت اور رہنمائی حاصل کرنی ہے تو سابقہ کتابوں پر ایمان رکھا جائے گا اور ان کی تصدیق کی جائے گی۔ چنانچہ قرآن مجید کا یہ اعلان ہے کہ وہ پچھلی آسمانی کتابوں کا حریف نہیں ہے۔ وہ پچھلی کتابوں کی صداقتوں اور خدائی تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے۔ اس طرح ان کے ساتھ ایک رشتہ قائم کر دیتا ہے۔

قرآن مجید نے پچھلی کتابوں کی تمام صداقتوں کو اپنے اندر محفوظ کر لیا ہے۔ اس لیے قرآن مجید کو تسلیم کرنا پچھلی کتابوں کو تسلیم کرنا ہے اور اس کا انکار پچھلی کتابوں کا بھی انکار ہے، کیوں کہ سب کتابوں کا منع اور سرچشمہ خدائی کی ہستی ہے۔ مولانا صدر الدین اصلاحیؒ اس پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:

”دنیا میں اللہ تعالیٰ کے جتنے ہدایت نامے آئے ہیں ان میں سے کوئی بھی کسی کا حریف نہیں تھا اور چوں کہ قرآن مجید بھی ان ہی میں سے ایک ہے، اس لیے اس کی بھی نوعیت اور حیثیت کوئی دوسرا نہیں ہو سکتی۔ یقین طور پر وہ بھی دوسرا آسمانی کتابوں کا حلیف اور اتحادی ہے، ان کا حریف اور مدمقابل نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کا بھی مقصد نزول ٹھیک وی ہے جو دوسرا کتابوں کا تھا اور اس کی تعلیمات کی بنیادیں اور اصولی باتیں بھی ہی ہیں جو دوسرے ہدایت ناموں کی روی ہیں، اس لیے ان سے اس کا تعلق اختلاف اور مقابلے کا نہیں، بلکہ اتحاد و یک جہتی کا ہے۔ آج جن کتابوں کے آسمانی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے ان میں پائی جانے والی بنیادی ہدایات اور تعلیمات بھی قرآنی تعلیمات سے بہت کچھ مختلف ہیں، لیکن اس صورت حال کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ کتابیں فی الواقع آسمانی بھی ہیں اور ساتھ ہی ان کی اصل تعلیم بھی بیہی تھی جو اس وقت ان میں درج ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یا تو یہ کتابیں آسمانی نہیں، یا پھر ان کی اصل تعلیم ان کے علم برداروں کی غفلت، ناقدری اور تحریف کی نذر ہو چکی ہے، ورنہ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی بھی ایسا ہدایت نامہ نازل ہوا ہو جس کی اصولی تعلیمات قرآن مجید سے ہم آہنگ نہ ہوں۔“

(قرآن مجید کا تعارف، صفحہ ۳۲-۳۳)

۷۔ قرآن مجید غور و فکر کا داعی ہے

آج بھی دنیا میں مذہب کے بارے میں عمومی تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ یہاں عقل اور

غور و فکر کو خل نہیں دینا چاہیے۔ مذہب تو بس آنکھ بند کر کے مذہبی تصورات کو مان لینے اور تعلیمات پر عمل کرتے رہنے کا نام ہے۔ مذہب کے بارے میں سوال نہیں کرنا چاہیے۔ مذہبی تعلیمات صرف پیروی کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ آج کسی بھی مذہب کی تعلیمات سے مراد اصلاً اس کی روایات و رسوم ہوتی ہیں اور آبائے چلے آئے والے طریقوں ہی کا نام مذہب ہوتا ہے۔ مذہبی حقائق کے سلسلے میں سمجھا جاتا ہے کہ یہاں عقلی استدلال، غور و فکر اور حکمت و بصیرت کی ضرورت نہیں ہے، صرف تقليد آبائی کافی ہے۔

لیکن قرآن مجید نے بار بار انسان کو غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ مخلوقات میں انسان کا امتیاز یہ ہے کہ وہ عقل و شعور کی نعمت سے مالا مال ہے۔ صحیح و غلط اور حق و باطل میں فرق اور امتیاز کر سکتا ہے۔ عقل و شعور کی حامل ہستی انسان کے لیے محدود آزادی اور خود محترمی بھی ضروری تھی، چنانچہ خالق نے یہ دونوں نعمتیں بھی اسے عطا فرمائیں۔ البتہ قرآن مجید نے خبردار کیا ہے کہ انسان صرف عقل کو اپنارہ بر بنائے تو بھٹک سکتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں آج ہمارے سامنے ہیں۔ مثلاً بلا کا ح کے خاندان (Live in relationship)، ہم جنسیت اور زنا کو قانونی جواز فراہم کرنا، اس کے لیے فرد کی آزادی کو دلیل بنانا، عورت اور مرد میں امتیاز نہ برتنا اور ان کے درمیان مصنوعی مساوات کے خود ساختہ تصور کو رواج دینا۔ ان بے اعتدالیوں کے نتیجے میں حیا اور اخلاق کا غائب ہو جائے گا۔ خاندان منتشر ہو کر خاندانی نظام کے خاتمے تک نوبت پہنچ جائے گی۔ ہمارے سامنے کتنے ہی ممالک کے عبرت ناک حالات ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی⁷ لکھتے ہیں:

”قرآن پاک کی ایک بڑی دین، عقل و وحی اور مذہب و علم کے درمیان وہ توازن

اور امتزاج ہے جو قرآن مجید اور قرآن مجید کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ ہر جگہ ناپید

ہے۔ دنیا آج بھی اس توازن سے ناواقف ہے جو انسانی زندگی کو صدیوں سے جاری

اس کشاکش سے محجات دلا سکے جس میں مذہب و علم کے قدیم تصادم نے اس کو بنتا

کر رکھا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کچھ مذاہب نے اپنی دانست میں وحی اور روحانیت

کا دامن ھاما، لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ عقل و دانش کے سارے تقاضے وھرے کے

دھرے رہ گئے اور مذہب آخر کار ہر قسم کی بے عقلیوں کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ اس

کے روڈ عمل میں عصر جدید نے عقل و دانش سے وابستہ رہنے کا فیصلہ کیا اور عقلیت پسندی کے بوش میں مذہب کو ہر جگہ سے دلیں کالا دے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج انسانی زندگی ہر قسم کی اخلاقی اور روحانی قدریوں سے تیزی سے محروم ہوتی چلی جا رہی ہے۔

قرآن مجید وہ واحد کتاب ہے جس نے خالص دینی معاملات میں عقل کو اور خالص دنیاوی معاملات میں دینی رہنمائی کو مناسب اور موثر کردار عطا کیا۔ عقل و تدبیر اور علم و دانش پر جتنا زور اس کتاب میں دیا گیا ہے کسی بھی مذہبی کتاب میں نہیں دیا گیا۔^(محاضرات قرآنی، صفحہ ۲۰-۲۱)

قرآن مجید ہر انسان کو اپنی ذات اور کائنات پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے، تاکہ وہ حقیقت اور صداقت کو پا کر اپنے خالق پر ایمان لائے۔ معروف دانش و رائے۔ کے۔ بروہی لکھتے ہیں:

”قرآن پاک تکر و تعقل کی بار بار دعوت دیتا ہے۔ ایک طرح سے یہ کہنا مبارکہ ہوگا کہ اس کتاب نے اس طریق کا را اور تکنیک کی طرف رہنمائی کی ہے جن کے ذریعہ انسان کتاب فطرت کو پڑھ سکتا ہے اور اپنے وجود کے اندر اللہ کی نشانیوں کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ تمام کائنات ایک ہے اور انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کو غور سے دیکھے اور اس سے سبق حاصل کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر نظر ڈالیں اور تلاش کریں کہ اس میں کوئی سقم بھی موجود ہے؟ اس کے بعد ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم فطرت کی تبدیلیوں کو بغور دیکھیں جن میں ہمارے رب کی نشانیاں ہیں، مثلاً رات اور دن ایسے ہیں جیسے ایک دوسرے کا پیچھا کر رہے ہوں۔ بارش سے مردہ زمین کس طرح زندہ ہو جاتی ہے، موسویں کی تبدیلی اور چاند سورج کی گردش پر بھی غور کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ قرآن مجید کی تیڑھویں سورت کی تیسرا اور چوتھی آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ سوچنے والے لوگوں کے لیے فطرت کے اندر بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین پھیلائی، اس پر مضبوط پہاڑ جائے اور ندیاں جاری کیں اور تمام پھلوں کا دودو کا جوڑا بنایا۔ زمین پر پاس پاس ایسے قطعات موجود

بیں جن میں انگوروں کی بیلیں بیں۔ غلہ ہے، کھجور کے درخت بیں۔ سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ بے شک صحیحے والوں کے لیے اس میں بڑی بڑی نشانیاں بیں۔“
(تاریخ انسانیت پر قرآن کریم کے اثرات، ص ۱۲، ۱۳)

۸- قرآن مجید کتاب ہدایت ہے

انسان کی اہم اور بنیادی ضروریات کی فہرست میں غذا، مکان، علاج اور تعلیم شامل ہیں۔ لیکن ایک اور ضرورت ہر انسان کی ہے جو ان سے بڑھ کر ہے اور وہ ہدایت ہے۔ جن ضروریات کا تذکرہ کیا گیا وہ انسان کو زندگی رکھنے کے لیے ضروری ہیں۔ لیکن ہدایت انسان کو زندگی گزارنے کا صحیح راستہ بتاتی ہے۔ ہدایت انسان کو اللہ کا صالح بندہ بتاتی اور اس میں انسانیت پیدا کرتی ہے۔ ہدایت کے بغیر وہ انسانیت، اخلاق اور روحانیت سے محروم ہو کر دوپیروں کا درندہ بن جاتا ہے۔

ہدایت سے مراد کیا ہے؟ کیا اس ضرورت کو انسان خود پورا نہیں کر سکتا؟ واقعہ یہی ہے کہ انسان نے خود عقل، تجربات اور تاریخ سے مدد لے کر بارہا کوشش کی اور ناکامی کے سوا اس کے باٹھ کچھ نہیں آیا۔

ہدایت محض کچھ بے روح عقائد کو تسلیم کرنے اور آبائی رسوم، خاندانی رواج اور بابا دادا کے راستے پر آنکھیں بند کر کے چلتے رہنے کا نام نہیں ہے۔ ہدایت انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی پر محیط ہے۔ انسان کے فکر و عمل کا کوئی پہلو اور شعبہ اس کے دائرے سے باہر نہیں۔ خدائی ہدایت انسان کی زندگی کو مختلف خانوں میں نہیں بانٹتی۔ زندگی ایک کل (Single Entity) ہے۔ خدائی ہدایت انسان کی اس پوری زندگی کو اپنے وسیع دامن میں سمیٹ کر زندگی کا تحفظ کرتی ہے۔ اس کے ارتقا کا سامان کر کے اس کی تزئین و تعمیر نہ کرتی ہے۔ ہدایت اور قرآن مجید کے حوالے سے مولانا صدر الدین اصلاحی لکھتے ہیں:

”قرآن مجید ہر جہت سے ایک مکمل ہدایت نامہ ہے۔ وہ ایک ایسا دین ہے، ایک ایسی شریعت ہے، ایک ایسا نظام فکر و عمل ہے جس میں انسان کے اعتقادی اور عملی، ظاہری

اور باطنی، انفرادی اور اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی، غرض ہر شعبۂ زندگی مें متعلق ہدایات موجود ہیں۔ یہ بات کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔” (قرآن مجید کا تعارف، صفحہ ۳۳)

اے، کے، بروہی نے لکھا ہے:

”کتاب ہدایت کی حیثیت سے قرآن پاک نے ہدایت کے تصور کے پورے مضمرات کی توضیح کر دی ہے۔ ہدایت کے لفظی معنی رہنمائی کرنے اور راستہ دکھانے کے ہیں۔ سورۃ الاعلیٰ میں ترقی اور شوونما کے ان تمام متعلقہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے، جن سے مخلوقات کو گزرنما پڑتا ہے: تسبیح کراپنے رب کے نام کی جو سب سے برتر ہے جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر (انہیں) ٹھیک بنایا اور جس نے (ان چیزوں کا) اندازہ ٹھہرایا پھر را دکھائی۔“ (آیات: ۳-۴)

انسان کے معاملے میں اس ہدایت کے دائرے میں اللہ کا اس کو عقل کا عطا کرنا بھی آجاتا ہے۔ عقل ایک طرح کی ایسی صلاحیت ہے جو انسان کے اندر کی حیوانی حیات کے اظہار کو قابو میں رکھتی ہے اور اسے اپنے حدود سے آگے بڑھنے نہیں دیتی۔ عقل بے شک ایک بہت بڑا عظیم ہے، بلکہ کافی نہیں ہے۔ عقل کا دائرہ ایک محدود دائرہ ہے۔ اس دائرے کے باہر قدم رکھنا نظرناک ہے۔ اس لیے پیغمبروں نے اللہ کی جانب سے ہدایت کی ایک بھی شکل انسانوں تک پہنچائی۔ ہدایت کی یہ نئی شکل پیغمبروں کے ان احکام کی صورت میں ہے جن کی انسان پابندی نہ کرے تو کائنات سے گلدار تاریخ ہے گا۔ یہی نہیں، بلکہ خود اپنی اندر ونی قوتوں سے برس جنگ رہے گا۔ اس ہدایت سے صلح ہونے کے بعد انسان عقل کے اس تنگ دائرے سے باہر ٹکل آنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی ہدایت کی بدولت انسان اپنی مکمل تقدیر کا تصور کر سکتا ہے۔“ (تاریخ انسانیت پر قرآن کریم کے اثرات، صفحہ ۶-۵)

۹۔ قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب ہے

قرآن مجید اللہ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ آپ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں۔ اس لیے آپ پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید بھی آخری کتاب ہے۔ آپ آخری پیغمبر اس لیے ہیں کہ پیغمبروں کا سلسلہ حضرت آدم سے شروع ہوا اور آپ پر ختم ہو گیا ہے۔ آپ سے قبل کے پیغمبروں کی تعلیمات اور سیرت محفوظ نہیں ہے۔ کتابیں بد دی گئیں۔ لیکن آپ کی نبوت سے قبل اور بعد کی پوری زندگی محفوظ ہے۔ آپ کا پیغام اور تعلیمات محفوظ ہیں۔ ان

سب سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خدائی پدایت کے تحت پہلے عرب اور اس کے بعد دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ نیافردا، نیاخاندان، نیامعاشرہ اور نیا نظام مرتب کر کے دکھایا۔ ان خصوصیات کی بنا پر اب نہ کسی اور پیغمبر کی ضرورت ہے نہ کسی کتاب کی۔ لہذا قرآن مجید انسانوں کے لیے آخری پدایت نامہ ہے۔

ایک اور پہلو سے غور کیجیے۔ قرآن مجید کا مرکزی موضوع انسان اور اس کی فلاح و نجات ہے۔ آج سے ڈیڑھ ہزار برس قبل انسان کی کم زوریاں و خراپیاں وہی تھیں جو آج کے انسان کی میں۔ آئندہ بھی جب تک انسان باقی رہے گا اس کی زندگی کے مظاہر اور وسائل و ذرائع تو ضرور بدلتیں گے (یعنی ترقی یافتہ ہوں گے)۔ لیکن انسان وہی رہے گا۔ اس کے لیے قرآن مجید کی پدایت و رہنمائی آج بھی اتنی بی رتو تازہ ہے جتنی کہ وہ ڈیڑھ ہزار سال قبل تھی۔

قرآن مجید کے اصول اور تعلیمات اب قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔ یہ محض دعویٰ نہیں ہے۔ آپ غور کریں کہ ابھی حال تک لوگ کہتے تھے کہ سود کے بغیر تجارت، بینکنگ اور انسونس کا نظام چلنے نہیں سکتا۔ لیکن قرآن مجید نے بتادیا تھا کہ سود حرام ہے۔ اس کا آخری نتیجہ نقصان، معاشی ظلم و تم اور تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ آج عالمی اداروں اور World Bank IMF کی رپورٹیں بتارہی ہیں کہ قرآن مجید کا اعلان سچا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید نے جو، سڑہ، شراب، زنا، ہم جنسیت، وغیرہ برتاؤں کو حرام کیا ہے۔ اس کی رہنمائی قیامت تک کے انسان کی فلاح و بہبود کے لیے ناگزیر ہے۔

اس میں شک نہیں کہ زندگی میں ارتقا ہوتا رہے گا۔ نئے نئے مسائل سامنے آئیں گے۔

قرآن مجید کی تعلیمات اور حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی کی تحت، اجتہاد کے ذریعہ نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کا دروازہ کھلا ہے۔ قرآن مجید کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ محفوظ ہے اور صاحب قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات بھی محفوظ ہیں۔ یہ سارے انسانوں کے لیے عام ہیں۔ ان پر کسی قوم یا گروہ کی اجارہ داری نہیں ہے۔

انتئے زبردست انتظام کے بعد اب آخر کوئی نیا پدایت نامہ انسان کی کس ضرورت کو

پورا کرنے کے لیے آئے گا؟

۱۰۔ قرآن مجید کا پیغام اور تعلیمات آفاقی ہیں

قرآن مجید کا آپ مطالعہ کریں تو اس نتیجہ پر بہ آسانی پہنچ جائیں گے کہ اس کی تعلیم، پیغام اور رہنمائی مقامی، علاقائی اور ملکی نوعیت کی نہیں ہے، بلکہ عالمی ہے۔

سب سے پہلے قرآن مجید اللہ کا تعارف کرتا ہے۔ وہ کسی خاص قوم، علاقہ یا ملک یا زمانے کا خدا نہیں ہے۔ وہ تمام الگے پچھلے انسانوں اور تمام مخلوقات کا خدا ہے۔ وہ مشرق اور مغرب کا خدا ہے۔ اس کی مخلوقات میں انسان نہما یاں مقام رکھتا ہے۔ وہ انسان پر مہربان ہے۔ ماضی، حال، مستقبل سب زمانوں میں وہ خدا ہے، وہ زمان و مکان سے بلند اور بے نیاز ہے۔

قرآن مجید انسان کو خطاب کرتا ہے۔ تمام انسانوں کو بلا حاظ رنگ و نسل اور زبان و علاقہ مخاطب کرتا ہے۔ وہ تمام انسانوں کو مانے والے اور نہ مانے والے بس دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ انکار کرنے والوں کے لیے ہمیشہ قول حق کا دروازہ کھلا رکھتا ہے۔ ان کی آزادی انتخاب کا وہ احترام کرتا ہے، انسان کی تکریم کا کھلا اعلان کرتا ہے۔ ہر فرد کے بنیادی حقوق کا محافظہ ہے۔

قرآن مجید انسان کی فطرت کے مطالبات کی رعایت کرتا ہے۔ اس کے قاضوں کی مناسب تکمیل کا اهتمام کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ انسان مختلف شیطانی ترغیبات اور تحریفات کا شکار ہو کر اپنی فطرت کو بگاڑ لیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ ایسی پستی میں گرتا ہے کہ جہاں جیوان بھی نہیں پہنچ سکتے۔

قرآن مجید کی تعلیمات، اس کے پیغام پر غور کیجیئے تو یہ ہر دور کے انسان کی ضرورت ہے۔ کسی ملک کے انسان اس سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔

قرآن مجید بلا حاظ، رنگ و نسل اور زبان و علاقہ عالم گیر انسانی و تہذیبی قدریں عطا کرتا ہے۔ یہ ہر دور اور قیامت تک آنے والے انسانوں کی بنیادی ضرورت ہے ان قدروں کے لیے قوتِ محکم (Motivating force) فراہم کرتا ہے۔ حق کے نفاذ کے لیے انسان کو ابھارتا ہے۔ جواب دہی کا لیقین انسان کے اندر پیدا کرتا ہے۔ کیا یہ اقدار ہر دور کے انسان کی ضرورت نہیں۔ ان اقدار کے بغیر اندیشہ ہے کہ وہ شیطان بن جائے گا۔

۱۱۔ قرآنی نظریہ پر فرد اور سماج کی تعمیر کی گئی ہے

قرآن مجید کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض عقائد، عبادات، اخلاقی تعلیمات اور اچھی باتوں کی کتاب نہیں ہے، بلکہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے دستور العمل اور زندگی بس کرنے کا مکمل قانون بھی ہے۔ قرآن مجید انسان کو اللہ کے پسندیدہ راستے پر چلانے والی کتاب ہے۔ قرآن مجید کے عقائد، اخلاق، عبادات اور احکام کی پابندی کا جامع اور کامل نمونہ حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ اور کامل زندگی میں موجود ہے۔ آپؐ گویا قرآن مجید کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے صحابہؓ بھی قرآنی تعلیمات کا بہترین نمونہ تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں میں قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کی جاتی تھی اور قرآنی تعلیمات کا بھرپور نمونہ سب سے پہلے انہی کے گھر تھے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے عرب سماج مختلف خرابیوں اور سماجی بگار کاشکار تھا۔ نزول قرآن مجید کے بعد اس کی تعلیمات اور رہنمائی کی روشنی میں ایک دوسرا ہی نقشہ سامنے آتا ہے۔

تمام چھوٹی بڑی خرابیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ بھلائیاں اور اخلاقی خوبیاں افراد، خاندان اور سماج پر چھا گئیں۔ مدینہ میں دنیا کی بہترین فلاحتی ریاست قائم ہوئی۔ قرآن مجید کے زیر سایہ ایک نیا انسان وجود میں آیا۔ ایک نیا خاندان، معاشرہ اور ایک نیا نظام قائم ہو گیا۔ تاریخ میں یہ ریکارڈ محفوظ ہے۔ یہ کوئی قصہ کہانی یا mythology نہیں ہے کہ محض عقیدت اور مبالغہ آمیزی کے ساتھ تصنیف کر لی گئی ہو، بلکہ تاریخ کی ایک اہم حقیقت ہے۔ قرآن مجید سے پہلے مذاہب اور مذہبی کتابیں دنیا میں موجود تھیں، لیکن پوری دنیا میں کسی جگہ انفرادی زندگی، خاندان، معاشرہ اور نظام ان کی بنیاد پر قائم نہیں تھا۔ دنیا میں دو بڑی طاقتیں (Super Powers) تھیں: ایران اور روم۔ ان کے حلیف دنیا کے کئی ممالک تھے۔ عرب میں کوئی باقاعدہ سیاسی نظام نہیں تھا، بلکہ قبائلی نظام قائم تھا۔

قرآنی نظریہ اور اصولوں کی بنیاد پر اسلام نے ایک ترقی یافتہ، جدید فلاحتی ریاست قائم کی۔ عرب کا حال تو یہ تھا کہ پورے سال کے صرف چار ماہ امن و امان قائم رہ سکتا تھا۔ بقیہ آٹھ

مہینوں میں جنگ وجدال برپا رہتا تھا۔ انسانی جان کی حرمت اور عورتوں کی عزت و آبرو محفوظ نہیں تھی۔ معاشری بدنی کا یہ حال تھا کہ لوگ بھوک مٹانے کے لیے مردہ جانور تک کھایتے تھے۔ وہی عرب امن و سلامتی، عدل و انصاف سے ہم کنار ہوا۔ انسان کی عظمت اور شرف کی بحالی، معاشری ترقی اور کامیابی کے ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس دور جدید میں بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ غریبی کا خاتمه ہو گیا۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں زکوٰۃ لینے کے لیے کوئی مستحق نہیں ملتا تھا۔

قرآن مجید کی تعلیمات کی اس اثر انگیزی کے بعد، جامعیت اور کمال کو دیکھیں کہ ایک زبردست نظام سلطنت قائم ہو گیا۔ معاشری۔ اخلاقی نظام، سماجی و خاندانی نظام، تعلیمی نظام بننا۔ لکھر اور تمدن قانونی و مدنی نظام وجود میں آئے معاصر دنیا کی بڑی حچھوٹی سلطنتوں سے کوئی قانون یا اصول لینے کی بات سوچی تک نہیں گئی۔ قرآن مجید کی بنیاد پر قائم کردہ نظام ہر لحاظ سے ترقی یافتہ، خوش حال اور مکمل تھا۔ چنانچہ جو تہذیب اس نظام نے برپا کی اس نے صدیوں تک دنیا کی قیادت کی۔

۱۲۔ قرآن مجید آج کے انسان کے مسائل سے بحث کرتا ہے

قرآن مجید کا مرکزی موضوع انسان ہے۔ انسان کی دنیوی ترقی و خوش حالی اور دنیوی و اخروی فلاح و کام رانی ہے۔ اسی دنیوی زندگی کو آخرت کی ابدی زندگی میں کام یابی کا زینہ قرار دے کر قرآن مجید میں یہ دعا سکھائی گئی ہے:

رَبَّنَا أَتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقَنَا عَذَابَ

النَّارِ^④

”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی بھی بھلائی عطا فرم اور آخرت کی بھی اور آگ کے

عذاب سے بچائے۔“

جب قرآن مجید کا مرکزی موضوع انسان ہے تو وہ اس کی زندگی کے مسائل سے صرف نظر کیسے کر سکتا ہے؟ قرآن مجید انسان کے مسائل سے بے تعلق کیسے رہ سکتا ہے؟ چنانچہ قرآن مجید محض وعظ و نصیحت اور چند اخلاقی تعلیمات پر مشتمل صحیفہ نہیں، محدود معنوں میں مذہبی کتاب نہیں،

بلکہ قرآن مجید انسانی زندگی کے لیے ایک دستورِ عمل ہے۔ وہ اس کے تمام مسائل سے بحث کرتا ہے۔ قرآن مجید انسان کی زندگی کو نہ صرف یہ کہ مادی خوش حالی سے ہم کنار دیکھنا چاہتا ہے، بلکہ اس میں امن و امان، عدل و انصاف، سلامتی اور سکون و راحت لانا چاہتا ہے۔ یہ صرف اپنے ماننے والوں کے لیے ہی نہیں، بلکہ انکا کرنے والوں کے لیے بھی پُر امن ماحول فراہم کرتا ہے۔ قرآن مجید انسان کی زندگی کو بدآمنی، فساد و بگاڑ، جنگ، دہشت گردی، ظلم و تشدد اور استھصال سے پاک کرنا چاہتا ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی، نیز سماجی و اخلاقی خرابیوں کا خاتمه کرتا ہے۔ شراب اور زنا کو حرام کرتا ہے۔ مرض و جہالت، فقر و فاقہ، کرپش، بچپوں کے قتل، عورتوں اور کم زوروں پر ظلم و زیادتی کا ازالہ کرتا ہے۔ یہ باتیں خوش نما الفاظ اور جملے نہیں ہیں، جو محض لکھ دیے گئے ہوں، بلکہ قرآن مجید کی تعلیمات کی بنیاد پر ایک فلاہی معاشرہ اور فلاہی ریاست کے قیام کا پورا ریکارڈ تاریخ میں محفوظ ہے۔ آج بھی اس سے استفادہ کر کے ہم اپنے مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ کیا کبھی کوئی اور آئینہ یا لوحی، فلسفہ اور کتاب ایسی پائی گئی جس کے اصولوں اور تعلیمات کی بنیاد پر ایک فلاہی معاشرہ اور فلاہی ریاست کا قیام عمل میں آیا ہو؟

انسان کی زندگی کے کچھ نہ کچھ مسائل ہو سکتے ہیں، لیکن جب سنگین مسائل اور سماجی و اخلاقی خرابیاں ہوں تو انسان پلاکت کے خطرے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ تاریخ کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مفسد آبادیاں بلاک کر دی گئیں۔ قرآن مجید نے قوموں کے عروج و زوال کو بہت تفصیل سے بتایا ہے۔

قرآن مجید کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کے اہم اور بنیادی نوعیت کے تمام مسائل سے بحث کرتا ہے، مسائل کے اسباب کو بتاتا ہے۔ برائی کے نقصانات اور بلاکت خیزیوں کو واضح کرتا ہے۔ پھر ان مسائل کا قبل عمل اور کام یا ب و پائیدار حل بتاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا، قرآن مجید کے بنیادی اصولوں اور تعلیمات کی بنیاد پر آج سے ڈیڑھزار سال قبل عرب اور بعد میں بھی دنیا میں انسان کے سنگین مسائل کو حل کیا گیا۔ فلاہی معاشرہ اور فلاہی ریاست قائم کی گئی۔

نزول قرآن مجید کے زمانے میں دو عالمی طاقتلوں کی ہوئی توسعی سلطنت نے دنیا

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب

میں جنگ و جدال، فساد اور خون خربا کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ان حالات کے اندر صرف تیس (۲۳) برسوں میں پندرہ (۱۵) لاکھ مرلے میل کے رقبے پر امن و امان اور عدل و انصاف چھا گیا۔ انسانیت پر بہار آگئی۔

۱۳۔ قرآن مجید زندگی میں توازن اور اعتدال برقرار رکھتا ہے

خالق کائنات نے پوری کائنات میں اعتدال اور توازن قائم کر رکھا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی تعلیمات میں اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو واضح ہو گا کہ ان میں کہیں بھی افراط و تقریط، شدت پسندی اور بے جا سخت گیری نظر نہیں آئے گی۔ مزید یہ کہ اس میں انسانی نظر سے ہٹ کر ناروا پابند یا عائد نہیں کی گئی میں۔ مولانا محمد جرجیس کریمی اعتدال کے معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اعتدال کے معنی میں دو مقابل و متنضاد پہلوؤں کے درمیان توازن قائم کرنا، اس طرح کہ دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پر بے جا طور پر زور نہ دے دیا گیا ہو اور دوسرا پہلو نظر انداز نہ ہو گیا ہو، بلکہ دونوں کے درمیان برابر کام عاملہ ہو۔ جس طرح ترازو میں چیزیں تو لی جاتی ہیں اور اگر دونوں پلڑے مساوی ہوں تو کہا جاتا ہے کہ میزان صحیح ہے، اسی طرح اعتدال میں عدل بنیادی عنصر ہے، یعنی جس پہلو کا جو حق ہے اس کا لحاظ رکھا جائے اور ہر دو پہلوؤں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ یہ اعتدال و توازن (قرآن مجید کے) تمام احکام اور تعلیمات میں نمایاں ہے۔ عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور عام آداب زندگی، ہر چیز میں اعتدال و توازن کا حکم دیا گیا ہے۔“

(اسلام کی امتیازی خصوصیات، صفحہ ۱۱۹)

قرآن مجید انسان کی زندگی کو ایک اکائی (Single Unit) تسلیم کرتا ہے اور اللہ کی مکمل اطاعت اور فرماں برداری کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں زندگی کی وہ تقسیم نہیں ہے جو بعض دوسرے مذاہب، افکار اور فلسفوں میں ملتی ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ ”جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو۔“ یہاں زندگی کو خانوں میں تقسیم نہیں کیا گیا ہے، قرآن مجید کی تعلیمات پوری زندگی کے لیے ہیں۔

ان میں زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں کی رعایت کی گئی ہے۔ دنیا اور آخرت، مادیت اور روحانیت، فرد اور اجتماعیت، اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق، گھر، خاندان اور معاشرہ، معاملات، عبادت اور کار و بار زندگی غرض ہر پہلو میں قرآن مجید کی تعلیمات میں اعتدال، عدل اور توازن کو ملحوظ رکھا گیا ہے، بے اعتدالی اور عدم توازن سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

بعض مذاہب کی تعلیمات کے مطابق مادی وسائل سے استفادہ دراصل روحانی ترقی اور قرب خداوندی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے، لہذا ترک دنیا اور جائز لذتوں سے کنارہ کشی روحانی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔ اسی طرح بعض فلسفیوں نے فرد اور اجتماعیت کے مسئلے میں فرد کو اتنی اہمیت دے دی کہ وہ بے لگام آزادی اور ذاتی حق کے نام پر پوری اجتماعیت کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ یہ ایک انتہا ہے۔ دوسری طرف بعض فلسفیوں نے اجتماعیت کو اتنی اہمیت دی کہ فرد شخصی آزادی اور انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ یہ دوسری انتہا ہے۔ قرآن مجید ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال کی راہ رکھاتا ہے۔

۱۲—قرآن مجید میں حیات اور کائنات سے متعلق بنیادی سوالات کے معقول جوابات ہیں

قرآن مجید میں انسانی زندگی کے بنیادی سوالات سے بحث کی گئی ہے۔ ان سوالات کے معقول جوابات دیے گئے ہیں۔ قرآن مجید کی خصوصیت یہ ہے کہ ان سوالات کے جوابات، دلائل کے ساتھ اور علم و یقین کی بنیاد پر دیے گئے ہیں۔ قرآن مجید انسان کو کسی بھی حقیقت کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں آنکھیں بند کر کے مان لینے کے لیے نہیں کہتا، بلکہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ انسان کی زندگی کے بنیادی سوالات کے جوابات کے متعلق بھی قرآن مجید دلائل کی روشنی میں غور و فکر کے لیے ابھارتا ہے۔ اسلام میں جبر نہیں، بلکہ قبول یا انکار کی آزادی ہے۔ اللہ آخرت میں حساب لے گا کہ انسان نے اس آزادی کو صحیح استعمال کیا یا غلط۔

قرآن مجید ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سوالات کا انسان کی عملی زندگی، اخلاقی رویہ، حقوق و فرائض کی ادائیگی، عام تعلقات اور سماجی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے گہرا تعلق ہے۔ ان سوالات کے جوابات اگر قیاس و گمان کی بنیاد پر قائم کر لیے جائیں تو ایک ناقص کردار، غلط اخلاقی رویہ

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب

اور طرز عمل وجود میں آئے گا۔ جب یہ جوابات وحی الہی، علم حقيقة اور دلائل آفاق و نفس کی روشنی میں متعین ہوتے ہیں تو صاحب کردار، پاکیزہ اجتماعی رویہ اور طرز عمل سامنے آتا ہے۔

بنیادی سوالات درج ذیل ہیں:

حیات و کائنات اور مخلوقات کا خالق کون ہے؟ *

خالق کی ذات و صفات کیا ہیں؟ *

تخلیق کے پیچھے اس کا منصوبہ کیا ہے؟ *

انسان کی اس کائنات میں حشیثت کیا ہے؟ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ *

خالق اور ابنا نے نوع کے ساتھ انسان کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ اور اس تعلق کے

تفاضل کیا ہیں؟ *

رب کی رضا کیسے حاصل کی جاسکتی ہے؟ *

موت کیا ہے؟ موت کے بعد کوئی زندگی ہے یا نہیں؟ اگر زندگی ہے تو وہ کیسی ہوگی؟ *

جنت اور دوزخ کی حقیقت کیا ہے؟ *

کیا اچھے اور بُرے کا انجام ایک ہو سکتا ہے؟ *

ان سوالات پر فلسفیوں اور دانش وردوں نے انسانی تاریخ میں بار بار غور و فکر کیا ہے اور کسی

نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کی ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ عموماً ان کی فلسفیانہ کاوشوں کی بنیاد

محض عقل، قیاس و گمان، ظن اور تجھیں پر ہے۔ ہر ایک کے غور و فکر کا نتیجہ الگ الگ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ فلسفیوں اور دانش وردوں کے درمیان کبھی اتفاق رائے نہیں ہوا۔ ان کے درمیان گہرے

اختلافات اور بڑے تضادات پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کس کی بات کو تسلیم کریں اور کس

کی تسلیم نہ کریں؟ اس رو تسلیم کی بنیاد کیا ہو؟ پھر اس پر کبھی غور کرنا ضروری ہے کہ جہاں جہاں

انسانوں نے ان کے افکار کو قبول کیا تو اس کے نتیجے میں کیا کردار بنا؟ کس طرح کے اخلاق

اور طرز عمل کا مظاہرہ ہوا؟ خاندان اور معاشرہ پر کس طرح کے اثرات پڑے؟ کیا انسان کے

اندر انسانیت کا اعلیٰ اخلاقی اور روحانی ارتقا ممکن ہو سکا، یا انسان نرا حیوان بن کر ابنا نے نوع کے

لیے تباہی و بر بادی کا ذریعہ بننا؟ ایک اہم پہلو یہ ہے کہ بہت سے فلسفیوں اور دانش وردوں کے

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کا کتاب

قول و عمل میں تضاد پایا گیا۔ ان کے افکار اور فلسفوں کی بنیاد پر فرد کا ارتقاء صالح خطوط پر نہ ہو سکا۔ اچھے معاشرے کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل ممکن نہ ہو پائی۔

جہاں تک سائنس کا تعلق ہے وہ ان سوالات کا حتیٰ جواب دینے سے قاصر ہے۔

کیوں کہ اس کی علمی و تحقیقی کوششوں کی بنیاد حواسِ خمسہ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات ہیں۔

یہ سوالات سائنس کے دائرے سے باہر ہیں۔ پھر بھی سائنس نے جو کوشاں کی یا اس میں وہ ظن تجویز، قیاس و گمان سے اپنا دامن چھڑانے میں کام یاب نہیں ہے۔

قرآن مجید نے وحی الٰہی کی بنیاد پر ان سوالات کے معقول جوابات دیے ہیں۔ انسان

کو اس صحیح رویے اور طرزِ عمل کی تلقین کی ہے جو ان جوابات کے ذریعہ ابھرتا ہے۔ ان سوالات کے یقینی اور حق پر مبنی جوابات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آسکتے تھے اور آنابھی چاہیے، کیوں کہ حقیق علم کا سرچشمہ اللہ ہی کی ذات بابرکت ہے۔

ان جوابات کے معقول ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ بندوں سے اللہ کو کیا

رویہ مطلوب ہے یہ وہی بتاسکتا ہے۔ اس کی طرف سے اس کے پیغمبروں اور نبیوں نے ان سوالات کے جوابات دیے۔ ان کے درمیان ان اہم اور بنیادی سوالات کے جوابات میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں پایا جاتا۔ ان مبارک ہستیوں کے دشمنوں تک نے ہمیشہ ان کے کردار کی سچائی اور سیرت و اخلاق کی پاکیزگی کی گواہی دی۔ پیغمبروں اور نبیوں کا کوئی مفاؤ نہیں تھا، بلکہ وہ ہمیشہ انسانوں کی بھلائی کے لیے یہ باتیں پہنچاتے رہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ یہ علم اور سچائیاں اپنی طرف سے نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے پیش کر رہے ہیں۔

۱۵۔ قرآن مجید کی تعلیمات علم و عقل سے مطابقت رکھتی ہیں

آج انسان علم کی چوٹی پر پہنچ گیا ہے۔ یہ دور بجا طور پر علم کے فروغ (Knowledge Explosion)

کا دور ہے۔ نئے نئے علوم اور ان کی شاخوں کی تیز رoshni کے نتیجے میں انسان کی آنکھیں خیرہ ہیں۔ وہ دنگ ہے کہ آئندہ مزید کیا ارتقا ہوگا؟ عقل اپنی کمالات کے معراج پر ہے۔ یہ بات قبل غور ہے کہ قرآنی تعلیمات کو کسی علم و تحقیق سے آج تک غلط ثابت نہیں کیا جاسکا اور نہ آئندہ

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب
اس کا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔

۵۷

مغرب میں سائنس کے آغاز اور عروج کے زمانے میں مذہب کے حوالے سے ایسا منظر پیش کیا گیا، گویا بخدا اور مذہب کا دور نہ تھم ہو چکا ہے۔ نیا دور ہے۔ اس نے دور کا خدا سائنس (نعوذ باللہ) ہے، حالاں کہ جس مذہب سے عقلیت پرستوں کی لڑائی تھی وہ عیسائیت تھا۔ قدم قدم پر (تحریف کی شکار) بابل کی بعض تعلیمات اور سائنسی اکتشافات و نظریات میں کلراو تھا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید کے نزول کو تقریباً پندرہ سو سال ہورہ ہے ہیں۔ اب تک موجودہ علوم اور عقل و دانش، قرآن مجید کی کسی تعلیم اور اصول کو غلط اور خلافی عقل و دانش ثابت کرنے میں ناکام ہیں۔ آئندہ بھی اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔

قرآن مجید کی جملہ تعلیمات اور اصول و احکام عقلی بنیادوں پر مستحکم ہیں۔ قرآن مجید تو چیلنج کرتا ہے کہ اس کی تعلیمات میں اگر تم سمجھتے ہو کہ نعوذ باللہ کوئی خرابی ہے تو اپنی دلیل لا۔ تم کوئی دلیل نہیں لاسکتے۔ ایسا اس لیے ہے کہ قرآن مجید کے اصول، احکام و تعلیمات اس ہستی کی طرف سے ہیں جو علم حقیقی اور حکمت کا سرچشمہ ہے، جس کا علم خط انہیں کرتا، جوزمان و مکان کی حدود و قیود سے بالا ہے، جو انسان کا خالق ہے، انسان کو وہ جیسا خیر خواہ ہے کوئی دوسرا نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہے۔ اس ہستی یعنی اللہ تعالیٰ کا علم ماضی، حال اور مستقبل پر محیط ہے۔

قرآن مجید کی بعض تعلیمات کی حکمتیں اور مصلحتیں بتدریج انسان کی سمجھی میں آرہی ہیں۔ مثلاً روزہ کی فرضیت۔ رمضان میں مسلمان صدیوں سے ایمان کی بنیاد پر روزہ رکھتے ہیں۔ جدید تحقیق کے نتیجے میں کئی بیماریوں کا علاج آج روزے (Fasting) کے ذریعہ کیا جا رہا ہے۔ روزہ کے جسمانی اور طیّ فوائد پر آج کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اسی طرح سود کو دیکھیں۔ ایک دور ایسا تھا کہ سود کے بغیر بیننگ، سوش اشورنس سسٹم اور کاروبار مکن خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن اب تحقیقات سے معلوم ہوا کہ غریبی، معاشی مشکلات اور بھوک و مفسی کا ایک اہم اور بنیادی سبب سود ہے۔ قرآن مجید نے تقریباً ۲۰۰۰ ہزار سال قبل سود کو حرام قرار دیا اور تجارت کو حلال کیا۔ اس ضمن میں زکوٰۃ جیسی فرض عبادت کے معاشی فوائد اور معاشی خرایوں کے ازالے میں اس کے روں کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہی حال قرآن مجید کے تمام اصول،

تعلیمات اور احکام کا ہے۔

قرآنی تعلیمات کے زیر اثر مسلمانوں نے تجرباتی سائنس کی بنیاد ڈالی اور آج کے جدید علوم کو استوار کیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کئی صدیوں تک مسلمانوں نے سائنس اور سماجی علوم کے میدان میں نہ صرف یہ کاربائے نمایاں انجام دیے، بلکہ دنیا کی قیادت اور رہنمائی کی۔

۱۶۔ قرآن مجید کسی سوٹی ہے

قرآن مجید حق و باطل اور صحیح و غلط کے درمیان کسوٹی ہے۔ کسی بھی چیز کو اس پر پرکھ کر فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اس میں کتنا حق ہے اور کس قدر باطل کی آمیزش کردی گئی ہے۔
مولانا محمد فاروق خاں لکھتے ہیں:

”قرآن مجید دنیا کی ساری قوموں کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ قرآن مجید بلاوجہ یہ اعلان نہیں کرتا کہ لوگ اس پر ایمان لائیں اور اسے اپنے لیے آئین حیات بنائیں۔ قرآن مجید ان قوموں کو بھی دعوت دیتا ہے جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب پائی جاتی ہے کہ وہ قرآن مجید پر ایمان لاائیں اور اس کے احکام کی پیروی کریں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی اپنی کتاب کو استاد بھی قرآن مجید ی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور قرآن مجید ی کے ذریعے سے ان کی تکمیل ہوتی ہے۔ لوگوں کی بے جا داخل اندازی نے ان میں جو خرابیاں پیدا کر دی تھیں وہ سب قرآن مجید ی کی روشنی میں دور کی جاسکتی ہیں۔ قرآن مجید ی بتا سکتا ہے کہ حق ان میں اتنا باتی ہے اور غلط چیزیں کہاں اور کتنی داخل ہو گئی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ”اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے۔ کتاب کی جو کچھ باتیں تم چھپاتے تھے اس میں سے بہت سی باتیں وہ تمہارے سامنے کھول رہا ہے اور بہت سی باتوں کو نظر انداز کر جاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس روشنی اور ایک راہ واضح کرنے والی کتاب آچکی ہے۔ اس کے ذریعہ سے اللہ اس شخص کو جو اس کی رضا کا پیروی ہے، سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور اپنی توفیق سے ایسے لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔“ (المائدہ: ۱۵-۱۶) (حقیقتِ نبوت، صفحہ ۹۸)

۷۔ قرآن مجید کی قدر میں انسانی اور آفاقی ہیں

قرآن مجید نے جو قدر میں (Values) عطا کی ہیں ان کی نوعیت انسانی اور آفاقی ہے۔ یہ قدر میں علاقائی، قومی، انسانی اور طبقاتی نہیں ہیں، بلکہ عالم گیر (Global) اور ہمہ جہت ہیں اور ان قدر میں کا مخاطب دنیا کا ہر انسان ہے۔ انسان کی تعمیر و ترقی اور فلاح و نجات کے لیے یہ قدر میں ناگزیر ہیں۔ قرآن مجید کی ان قدر میں کی محض تبلیغ اور اشاعت حضرت محمد ﷺ نے نہیں فرمائی، بلکہ ان کو نافذ کر کے دکھایا۔ کیا انسانی تاریخ میں آپ ان قدر میں کا تذکرہ اللہ کے باعث معاشروں میں پاتے ہیں؟ جدید دور کا کل سرمایہ بعض انسانی قدر میں ہیں۔ لیکن ان کا نفاذ کہاں ہو رہا ہے؟

ان قدر میں کا سب سے پہلا اور عظیم نمونہ خود حضرت محمد ﷺ ہیں، جن پر قرآن مجید نازل ہوا۔ ان کا گھر نمونہ بنا۔ آپؐ کے اصحاب کی زندگیوں میں نمونہ ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ کا پورا اسلامی معاشرہ ان قدر میں کا عملی نمونہ ہے۔

آج بھی دنیا یا ہمارے ملک میں کہیں ان قدر میں کی بندیا پر فرد کی تعمیر یا معاشرہ کی تشکیل نہیں ہو پائی ہے۔ ان قدر میں کو ملاحظہ کیجیے:

- * انسان کی عظمت
 - * تکریم انسانیت
 - * احترام انسانیت
 - * وحدتِ بنی آدم
 - * حریتِ فکر و عقیدہ اور عمل
 - * عورت کی تکریم اور احترام
 - * عدل و قسط
 - * امن و سلامتی
 - * مذہبی رواداری
 - * غلامی (کی ہر قسم) سے نجات
 - * توہماں (اندھ و شواں) سے نجات
 - * سائنس کا اپروچ (رویہ)
-

قرآن مجید ہی کیوں؟

قرآن مجید کے تعارف کے سلسلے میں بحث کا یہ نکتہ سب سے اہم ہے کہ قرآن مجید ہی کیوں؟ ہمارے ملک اور دنیا میں مختلف مذاہب کی کتابیں موجود ہیں۔ ان سب کے ہوتے ہوئے قرآن مجید ہی کیوں؟ دوسری کتب کیوں نہیں؟ سچائی کی کھوج کے لیے اس نکتے کو سمجھنا ضروری ہے۔ کیوں کہ اس کے بعد ہی قرآن مجید سے صحیح طور پر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

چھپلے مباحث کے خلاصہ کے طور پر درج ذیل نکات پر غور فرمائیں:

(۱) قرآن مجید کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی سب سے بڑی ضرورت کو پورا کیا گیا ہے۔ یعنی روحانی اور اخلاقی زندگی میں ہدایت اور رہنمائی اللہ نے بہترین طریقے پر فراہم کی ہے۔ اللہ کے نیک بندے پیغمبر مقرر ہو کر انسانوں کو ہدایت الہی اور رہنمائی پہنچاتے رہے۔ ان پر کتابیں بھی نازل کی گئیں۔ آخری کتاب قرآن مجید ہے، جو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔ جن غیری حقائق کا گہرہ تعلق ہماری عملی زندگی اور موت کے بعد کام یابی سے ہے، قرآن مجید ان کو مستند طریقے پر بیان کرتا ہے۔

(۲) قرآن مجید کے علاوہ جتنی کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئیں وہ محفوظ نہیں رہ سکیں۔ ان کتابوں میں انسانی کلام کی آمیزش ہوئی، تحریفات ہوئیں، حذف و اضافہ ہوتا ہے۔ ان کے اندر خدائی ہدایت و رہنمائی محفوظ نہ رہ سکی۔ قرآن مجید کے علاوہ بنیادی مذہبی کتابوں میں اخلاقی تعلیمات اور وعظ و نصیحت کی باتیں ملتی ہیں، لیکن زندگی کے لیے ایسا دستور اعمل نہیں ملتا کہ فرد کی تربیت، خاندان کی اصلاح اور معاشرے کی تعمیر ہو سکے۔ تحریفات اور آمیزشوں کے

باوجود ان میں سے بہت سی کتابوں میں قرآن مجید کے متعلق پیشین گوئی ملتی ہے۔ البتہ قرآن مجید میں اس کے بعد کسی اور کتاب کے آنے کا تذکرہ نہیں ملتا۔

قرآن مجید کے علاوہ دیگر کتابوں سے ان کے نزول کا اصل مقصد آج حاصل نہیں ہو رہا ہے، یعنی پدایت الٰہی اور رہنمائی کا حصول۔ دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ یہ کتابیں خاص زمانے، خاص قوموں اور محدود دور کے لیے نازل کی گئی تھیں۔ ان دو پہلوؤں کے پیش نظر (عمل کی حد تک) اب یہ کتابیں اللہ نے منسوخ کر دی ہیں۔ اب پدایت الٰہی اور رہنمائی کے لیے قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کتابوں کا احترام باقی نہیں رہا، یا وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ نہیں رہیں۔ ان کتابوں کا احترام کیا جانا چاہیے اور تمام کتابیں جو دل کی بنیاد پر اللہ کی نازل کردہ ہیں، انہیں بھی خدائی کتاب تسلیم کرنا چاہیے۔ لیکن صداقت اور حقیقت سب سے بڑھ کر قیمتی متاع ہے۔ اس لیے قرآن مجید، جو آخری کتاب الٰہی ہے، اسے تسلیم کرنا چاہیے، اس پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کا انکار تمام کتابوں کا انکار ہے۔ قرآن مجید کو تسلیم کرنا کہ یہ اللہ کی آخری کتاب ہے، گویا تمام کتابوں کی تصدیق کرنا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید پر عمل سے پچھلی تمام کتابوں کی تعلیم پر عمل ہو جاتا ہے۔

(۴) قرآن مجید میں پچھلی تمام کتابوں کا خلاصہ آگیا ہے۔ پچھلی کتابوں کے اصل پیغام، ہدایت الٰہی اور تعلیمات کو قرآن مجید نے کامل اور جامع شکل میں اپنے اندر سمولیا ہے اور محفوظ کر لیا ہے۔ قرآن مجید پچھلی کتابوں کا مدد مقابل یا حریف نہیں، بلکہ ان کا غلبہ ان اور نگران ہے، ان کی اصل تعلیم اور پیغام کی تصدیق کرنے والا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا اعلان ہے کہ وہ آسمانی کتابوں سے الگ کوئی نئی دعوت یا نیا پیغام ہرگز پیش نہیں کر رہا ہے، بلکہ ان کتابوں کی اصلی تعلیمات اور اصولوں کو آخری بار پوری انسانیت کے لیے خالص اور مستند طریقے سے پیش کر رہا ہے۔ اس لیے پچھلی کتابوں کے ماننے والوں کو قرآن مجید کو بطور کلام الٰہی اور کتاب الٰہی تسلیم کرنے میں کوئی جھجھک نہیں ہونی چاہیے۔

(۵) قرآن مجید کا انکار یا اسے صرف مسلمانوں کی قومی کتاب تسلیم کر کے اس کے

مطالعہ سے لا پرواٹی برتنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ دنیا میں کوئی اور مستند ذریعہ پدایت موجود نہیں ہے۔ اللہ کی پدایت تو اس کی محفوظ کتاب قرآن مجید میں ہے۔ اس کو صحیح میں صاحب و حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ مدد دیتا ہے۔

(۶) قرآن مجید کا انسان پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس کے ذریعہ خدائی پدایت ورہ نہماںی کامل، محفوظ اور جامع طریقے سے انسان کو مل سکتی ہے۔ اس کے ساتھ انسان کے اخروی انجام کے سلسلے میں کام یابی و ناکامی کے اسباب سے وہ آگاہ کرتا ہے۔ موت انسان کی زندگی کا خاتمه کر دیتی ہے۔ کوئی طاقت انسان کو موت کے پیچے سے بچا نہیں سکتی۔ عمل کے لیے زندگی بس ایک ہی بار ملی ہے۔ قرآن مجید پورے زور کے ساتھ دلائل دے کر خبردار کرتا ہے کہ موت کے بعد ایک ابدی اور لا قابلی زندگی کا آغاز ہوتا ہے وہاں کی کام یابی حقیقی کام یابی اور ناکامی ہمیشہ کی ناکامی ہے۔ مولانا صدر الدین اصلاحی اس نکتہ کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”اس کتابِ الٰہی نے پچھلی ساری آسمانی کتابوں کو منسوخ کر دیا ہے اور اب کوئی دوسری کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتظر شدہ باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اب زندگی کا صحیح روایہ اور فکر و عمل کا فلاح بخش طریقہ صرف اسی قرآن مجید سے مل سکتا ہے۔ ظاہر بات ہے، اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ دوسری کتابوں کے کتابِ الٰہی ہونے سے انکار کر دیا گیا ہے، بلکہ یہ ہے کہ جس معبود بحق اور فرمان روانے تھی نے ان کتابوں کو نازل کیا تھا اس کا اب یہ فیصلہ ہے کہ ان کتابوں کو آئندہ دستور العمل اور آئینہ حیات نہ بنایا جائے اور صرف اس قرآن مجید، اس آخری کتاب ہی کو یہ حیثیت دی جائے۔ اس فیصلہ خداوندی کی رو سے عرب و عجم، کالے اور گورے، ایشیائی اور یوروپی، سب کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید ہی کی پیروی کریں، کیوں کہ اب صرف اسی کی پیروی اللہ تعالیٰ کی بندگی قرار پائے گی۔“ (قرآن مجید کا تعارف، صفحہ ۳۳)

مولانا مزید فرماتے ہیں:

”قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو ساری دنیا کے لیے نازل ہوتی ہے، جس کے بعد دوسری تمام کتابیں اللہ تعالیٰ نے منسوخ قرار دی ہیں۔ اب دنیا میں اللہ کی اطاعت

اور بندگی کا انحصار تمام تراس کی پیروی پر ہے تو پھر معاملہ بڑا سنجیدہ بن جاتا ہے اور کسی انسان کے لیے اس بات کی کوئی وجہ جواز باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ اس قرآن مجید پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالتا ہوا بے پرواٹی کے ساتھ آگے بڑھ جائے اور اس کے دعوے کو کوئی اہمیت نہ دے۔ ایسا کر کے وہ اپنے بہترین مفاد کے ساتھ کھلا ہوا ظلم کرے گا اور انہائی ناقبت اندیش کا ثبوت دے گا۔ کیوں کہ وہ زندگی کے جس سفر میں صرف ہے، اس کے بارے میں اسے مطلع کیا جا رہا ہے کہ یہ سفر اسے کام یا بی کی منزل پر اسی وقت پہنچا سکتا ہے، جب کہ وہ قرآن مجید کی رہنمائی قبول کر چکا ہو، لیکن وہ ہے کہ اس کی آواز کو سننے اور اس کی حقیقت کو معلوم کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ کروڑوں انسان قرآن مجید کو تسلیم کر کے عمل کرتے چلے آرہے ہیں اور جب بھی اسے تسلیم کرنے کا حق ادا کیا گیا فرد کی، معاشرے کی اور پاست کی، غرض ہر طرح کی زندگی میں نیکی اور خدا ترسی کی بہاریں آگئیں ہیں۔” (حوالہ سابق، صفحہ ۵۲-۵۳)

عالم انسانیت پر قرآن مجید کے احسانات

نزول قرآن مجید کے موقع پر آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل دنیا میں مذہب، اہل مذاہب، مذہبی رہنماء اور مذہبی کتب پائی جاتی تھیں، لیکن غیبی حقیقتوں کے بارے میں انسان متعدد غلط فہمیوں کا شکار تھا۔ جب کہ غیبی حقیقتوں کے قبول و انکار کا معاملہ آسان نہیں ہے، بلکہ انسان کی عملی زندگی اور اس کے انفرادی و اجتماعی طرزِ عمل سے اس کا گھر تعلق ہے۔ قرآن مجید نے اس سلسلے میں جامع رہنمائی کی ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایک طرف سچے مذہب کی خصوصیات کو بتایا، دوسری طرف مذہب کے ناقص تصورات کی اصلاح کی۔

یہ سب قرآن مجید کے انسانیت پر بڑے بڑے احسانات ہیں۔ ان احسانات کو

ایک ترتیب سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

- * خالق کا صحیح تصور، اس کی صفات کا علم * صحیح تصورِ حیات و کائنات اور انسان کی صحیح حیثیت کا بیان * حصول علم پر زور * انسان کی زندگی کے مقصد کا تعارف * عقیدہ و مذہب کی آزادی کا اعلان * تنقید کی آزادی کا اثبات * اللہ سے بندے کے راست تعلق کی تصریح (پروہت و ادیٰ) * وحدتِ اللہ، وحدتِ بنی آدم اور وحدتِ دین کی تعلیم * عورت کے حقوق کا تعین * رنگ و نسل کی برتری کا خاتمہ * غلامی کا انسداد * انسانی حقوق کا تحفظ * مذہبی رواداری کا اعلان * جنگ کے قوانین کی تدوین * سب کے ساتھ عدل پر مبنی سلوک کا اعلان * سماجی انصاف کی فرمائی * زندگی کے لیے دستورِ العمل اور مکمل نظام حیات کی نشان دہی

قرآن مجید سے ہدایت پانے والے اور اس سے محروم رہنے والے کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اس نے انسان کو پیدائشی گناہ کا نہیں بنایا، بلکہ نیک اور راست روپیدا کیا۔ اس نے انسان کی زندگی کے لیے جو راستہ پسند کیا اور جو دستور العمل پوری زندگی کے لیے طے کیا اسے قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کی اسکیم میں صرف کتاب نازل کر دینا ہی نہیں تھا بلکہ اس نے صاحب قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری پیغمبر مقرر کیا۔ حضرت محمد ﷺ کی مبارک زندگی چلتا پھرتا قرآن مجید تھی۔ آپ نے اپنے ارشادات سے قرآن مجید کی آیات کی تشریح فرمائی اور عمل کر کے ایک ماڈل بھی چھوڑا۔ قرآن مجید میں پیغمبر کی حیثیت میں حضرت محمد ﷺ کے تعلیمی و تربیتی فرائض بیان کیے گئے ہیں۔ خدا کی ہدایت انہی بانت نہیں ہے۔ ایسے نادان بھی ہیں جو اپنے بھلے برے انجام اور موت کے بعد ابدی زندگی کی فلاح اور نجات میں دل چسپی نہیں رکھتے۔ خیر اور بھلائی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ وہ ہدایت کیسے پائیں گے؟ جو انسان کسی دلیل، علم اور بصیرت کے بغیر سمجھتا ہے کہ زندگی محض کھانے پینے اور مرجانے کے لیے ہے اور کوئی باز پرس نہ ہوگی وہ غیر ذمہ دارانہ روئی سے کیوں کر پچے گا؟ وہ تو کہے گا کہ دنیا کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ عیش کرنا ہی اصل کام یابی ہے۔ اس کام یابی کے لیے ظلم، دھوکہ اور فریب سب رواہیں۔ ایسے انسان کو خدا کی خوش نودی اور ہدایت سے کیا دل چسپی ہو سکتی ہے۔

نادانوں کے بر عکس سمجھ دار انسان دلیل، علم اور بصیرت کی بنیاد پر تلقین کرتا ہے کہ وہ اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ اس کی یہ حیثیت بہت اہم ہے، کیوں کہ انسان اس کی بنیا پر اختیارات کا حامل ہے اور اپنے خالق کے آگے ایک جواب دہستی ہے۔ اللہ نے اسے زندگی دی ہے۔ زندگی کے مقصد کو پورا کرنا انسان کے لیے لازم ہے۔ یعنی اللہ کی پدایت پر عمل اس کے لیے ضروری ہے۔ انسان اگر ایسا نہیں کرے تو ناکام ہو گا، خواہ دنیا کی زندگی میں اس نے بزم خود بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ہوں۔ آخرت میں اس کو زبردست نقصان کا سامنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هَلْ نُنِئِشُكُمْ بِالْأَخْسِرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي
الْخَيْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسِدُونَ أَتَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَئِكَ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِإِلَيْتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاءِهِ فَخَبِطُتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقْيِمُ
لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَرُنَّا ۝ ذَلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا
وَاتَّخَذُوا أَيْتَنِي وَرُسُلِي هُزُوا ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ
كَانُوا لَهُمْ جَنَّتُ الْفِرَدَادُسُ نُزَّلَ ۝ خَلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا
جَوَّا ۝ (الکاف: ۱۸-۱۰۳)

”اے نبی! ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامرا دلوگ کوں ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سی و جہد را راست سے بھکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہ لوگ میں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو مانے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا تلقین نہیں کیا۔ اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے۔ ان کی جزا جہنم ہے، اس کفر کے بد لے جوانہوں نے کیا اور اس مناق کی پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے رہے۔ البتہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، ان کی میزبانی کے لیے فردوس کے باع ہوں گے، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں اور جانے کو ان کا جی نہ چاہے گا۔“

جاننا چاہیے کہ اللہ کسی کو زبردستی ہدایت نہیں دیتا۔ اگر کوئی انسان خود طیڑھے راستے پر چلنا چاہتا ہے تو اللہ زبردستی اسے سیدھے راستے پر نہیں چلائے گا۔ ہدایت قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا انسان کی ضرورت ہے، اللہ کی نہیں۔ دنیا کے تمام انسان اول تا آخر ہدایت قبول کر کے سب نیک بن جائیں تو اس کی خدائی میں، مچھر کے پر کے برابر کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ اس کے عکس سب انسان ہدایت کو جھٹلادیں، نافرمان اور باغی بن کر زندگی بسر کریں تو اس کی خدائی میں مچھر کے پر کے برابر کی نہیں ہوگی۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ کا قرب پانے اور سچائی کے راستے پر چلنے کے لیے کسی گرو (رہنمای) کا ہونا ضروری ہے۔ ایسے گرو کو مان کر اپنی زندگی ان کے حوالے کر دینا چاہیے۔ گرو کی ہربات اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس کا انکار کر کے انسان اللہ کو نہیں پاسکتا۔ اس ضمن میں بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا اللہ نے اپنی کسی کتاب میں یہ بات فرمائی ہے؟ کیا کسی گرو کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ نے اس کو انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مامور کیا ہے؟ دراصل رہنمائی کا مقام تو پیغمبر کا ہے۔ حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں، اب وہ رہتی دنیا تک تمام انسانوں کے حقیقی پیشواؤ اور رہنماییں۔ اگر کوئی گرو یا رہنما حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات اور رہنمائی کو پیش کرتا ہے اور ان کا عمل بھی اس پر ہے تو ان کی تربیت سے فیض حاصل کیا جاستا ہے۔ ان باتوں کی تفصیل قرآن مجید اور خود حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں موجود ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی طرف سے ہدایت اور رہنمائی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی ہے۔ آپ سے پہلے جتنے پیغمبر آئے تھے وہ اپنے زمانے میں اپنی اپنی قوموں کے لیے بادی، رہنماء اور منڈبی پیشوافتھے۔ آپ کے بعد اس کسی نے پیغمبر یا پیشواؤ کا انتظار کرنا نہیں ہے۔ آپ پر جو قرآن مجید تیس (۲۳) برسوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا وہ پوری طرح محفوظ ہے۔ آپ کے اقوال و افعال، بلکہ پیغمبر از زندگی کی تمام سرگرمیاں مکمل اور محفوظ ہیں۔ اس لیے اب کسی پیغمبر اور منڈبی پیشواؤ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ مولانا مودودی ہدایت اور گم راہی کے اصول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انسان جب ایک مرتبہ خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اس کو خود بخود وہ راستہ دکھائی

دینے لگتا ہے جو اسے سیدھا خدا کی جانب لے جاتا ہے۔ اور جو شخص سرے سے یہ احساس ہی نہیں رکھتا کہ مجھے بھی خدا کے حضور میں حاضر ہونا اور اپنے قلب و جوارح کے افعال کا حساب دینا ہے۔ اس کو لاکھ کوئی شخص کلمہ حق سنائے اور وعظ و تلقین کرے، کوئی بات اس کے دل میں نہیں اترتی اور وہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتا۔“
(تفہیمات، جلد اول، ص ۳۰)

ہدایت الہی پانے اور گم راہی سے بچنے کی توفیق اللہ ہی کی جانب سے ملتی ہے، لیکن اس کے لیے انسان کے اندر طلب اور غبہت کا ہونا ضروری ہے۔ ہدایت پانے اور گم راہی سے بچنے کا مسئلہ ہر انسان کی زندگی کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی انسان اس مسئلہ سے خود کو الگ کر لے، یا اس سے لاپرواہی برتے۔ انسان کو ہدایت پانے کے لیے کس طرح کا طریقہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ مولانا مودودیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مدت تک انسان ہدایت اور ضلالت کے درمیان مذبذب رہتا ہے، کبھی ادھر کھینچتا ہے، کبھی ادھر قوت فیصلہ اتنی قوی نہیں ہوتی کہ بالکل کسی ایک طرف یکسو ہو جائے، بعض بدستم اسی تذبذب کے عالم میں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ بعض کا آخری فیصلہ ضلالت کے حق میں ہوتا ہے اور بعض ایک طویل کش مکش کے بعد ہدایت الہی کا اشارہ پالیتے ہیں، مگر سب سے زیادہ کام یاب وہ سلیمان الفطرت، صحیح القلب لوگ ہوتے ہیں جو خدا کی دی ہوئی عقل، اس کی عطا کی ہوئی آنکھوں، اس کے بچتے ہوئے کانوں اور اس کی ودیعت کی ہوئی قوتوں سے ٹھیک ٹھیک کام لیتے ہیں، مشاہدات اور تجربات سے درست نتائج اخذ کرتے ہیں، آیات الہی کو دیکھ کر ان سے صحیح سبق حاصل کرتے ہیں، باطل کی زینت ان کو رجھانے میں ناکام ہوتی ہے، جھوٹ کافر یہ ان کو گرویدہ نہیں بنایتا، ضلالت کی کج راہیوں کو دیکھتے ہی وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ آدمی کے چلنے کے قابل نہیں ہیں، پھر جیسے ہی وہ حق کی طرف رجوع کرتے اور اس کی طلب میں آگے بڑھتے ہیں، حق ان کے استقبال کو آتا ہے، ہدایت کا نور ان کے سامنے چمکنے لگتا ہے اور حق

کو حق سمجھ لینے، باطل کو باطل جان لینے کے بعد پھر دنیا کی کوئی قوت ان کو راہ راست سے پھیرنے اور گمراہی کی طرف لگانے میں کامیاب نہیں ہوتی۔“
(تفہیمات، جلد اول، صفحہ ۳۲)

ہدایت پانے والے

قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی ابتدائی آیات میں قرآن مجید سے ہدایت پانے کے لیے ضروری باتوں کا تذکرہ ہے:

ذِلِّكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبٌ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
إِلَغَيْبٍ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَهُمَا رَزَقُهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ
يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۝ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ
يُؤْمِنُونَ ۝ أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۝ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ۝ (البقرۃ: ۵-۲۲)

”یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے ان پر ہیز گار لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں۔ جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن مجید) اور جو کتاب میں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر لقیں رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔“

قرآن مجید سے ہدایت پانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر اپنے خلق، محسن، آقا اور تھما معبودِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی خوش نودی اور رضا کو پانے کا جذبہ پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ
تُخْفِفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝ قَدْ جَاءَكُمْ مِنْ اللَّهِ نُورٌ

وَكَتَبْ مُّبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مِنِ اتَّبَعَ رُضْوَانَهُ سُبُّلَ السَّلِيمِ
وَيُخْرِجُهُمْ ۝ مِنَ الظُّلْمِ إِلَى النُّورِ يَادِنُهُ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيمٍ ۝ (النَّمَاء٢:۱۵)

”تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی ہے اور ایک ایسی واضح کرنے والی کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں، سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر جا لے کی طرف لا تاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔“

گویا اللہ کی رضا کے طلب گاروں کے لیے قرآن مجید ہدایت کا سامان مہیا کرتا ہے۔

وَدُعَوتِ حَقٍّ پَیشَ كرتا ہے۔ وہ یہی بتاتا ہے کہ دُعَوتِ حَقٍّ پر لبیک کون لوگ کہتے ہیں:
إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۚ وَالْمُؤْمِنُونَ يَبْغُثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ
يُرْجَعُونَ ۝ (الانعام٣٦:٦)

”دُعَوتِ حَقٍّ پر لبیک وہی لوگ کہتے ہیں جو سننے والے ہیں۔ رہبے مردے تو انہیں تو اللہ بس قبروں ہی سے اٹھانے گا اور پھر وہ (اس کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے) واپس لائے جائیں گے۔“

مولانا مودودیؒ نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے:

”سنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں، جنہوں نے اپنی عقل و فکر کو معطل نہیں کر دیا ہے اور جنہوں نے اپنے دل کے دروازوں پر تعصّب اور جمود کے قفل نہیں چڑھا دیے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مردہ وہ لوگ ہیں جو لکیر کے فقیر بنے اندھوں کی طرح چلے جا رہے ہیں اور اس لکیر سے ہٹ کر کوئی بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، خواہ وہ صریح حق ہی کیوں نہ ہو۔“

(ترجمہ قرآن مجید مع منحصر حواشی، صفحہ ۳۲)

قرآن مجید کی ہدایت اور رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اس دنیا کی ناپائیدار، چند روزہ زندگی کی حقیقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لے اور موت کے بعد آخرت

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب

کی ابدي زندگی کے متعلق قرآن مجید کی تعلیم قبول کر لے۔ آخرت ایک غیبی حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے اس اہم حقیقت سے بے خبر نہیں رکھا، بلکہ باخبر کیا۔ جو انسان دنیا اور آخرت کی زندگی کے متعلق قرآن مجید کی تعلیم کو تسلیم نہیں کرتا وہ ہدایت نہیں پاسکتا۔ قرآن مجید سے ہدایت پانے کے لیے اس بات کا یقین ضروری ہے کہ قیامت ہوگی اور تمام انسان اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے اور ہر ایک کے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ ایمان اور عمل صالح جن کے پاس ہے وہ جنتی ہوں گے اور اس سے محروم لوگ جہنم میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَأَطْهَانُوا إِيمَانًا
وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ الْإِيمَانِ غَلِيلُونَ ⑤ أُولَئِكَ مَآؤِمُهُمُ الْقَارُبُونَ
كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑥ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ يَهُدِيهِمْ
رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۝ تَجْرِي مِنْ تَحْمِيمِ الْأَنْهَارِ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ⑦
دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحْمِيَتُهُمْ فِيهَا سَلَمٌ ۝ وَآخِرُ
دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ⑧ (یونس: ۱۰-۱۷)

”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی ہی پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں، اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں، ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہو گا ان برائیوں کی پاداش میں جن کا اکتساب وہ (اپنے اس غلط عقیدے اور غلط طرز عمل کی وجہ سے) کرتے رہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو لوگ ایمان لائے (یعنی جہنوں نے ان صداقتوں کو قبول کر لیا جو اس کتاب میں پیش کی گئی ہیں) اور نیک اعمال کرتے رہے انہیں ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے سیدھی راہ چلائے گا، نعمت بھری جنتوں میں ان کے نیچنہ بھریں بھیں گی۔ وہاں ان کی صدائی ہو گی: پاک ہے تو اے خدا۔ ان کی دعا یہ ہوگی کہ سلامتی ہو، اور ان کی ہر بیات کا خاتمه اس پر ہو گا کہ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔“

قرآن مجید کی سب سے بڑی تعلیم توحید ہے۔ قرآن مجید توحید کے حق میں، انسان کی

ذات اور کائنات میں موجود نشانیاں بیان کرتا ہے اور دیگر دلائل دے کر اسے تسلیم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ توحید کی ضد شرک ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور حقوق و اختیارات میں کسی کو شریک کرنا۔ اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ عظیم کو آخرت میں معاف نہیں کرے گا الایہ کہ موت سے پہلے انسان سچے دل سے شرک سے توبہ کر لے۔ شرک کا آخری انعام جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ قیاس و گمان اس کا محرك ہے۔ شرک کی بنیاد حق پر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ مِنْ شَرَّ كَلِّكُمْ مَنْ يَيْدَوُ الْخُلُقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلِ اللَّهُ
يَيْدُوا الْخُلُقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَإِنِّي تُوَفَّكُونَ ﴿٣﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شَرَّ كَلِّكُمْ
مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحُقْقِ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي إِلَى الْحُقْقِ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحُقْقِ
أَحْقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْنَ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدِي فَمَا لَكُمْ كَيْفَ
تَحْكُمُونَ ﴿٤﴾ وَمَا يَتَبَعُ أَنْتُرُهُمْ إِلَّا ظُنْنًا إِنَّ الظُّنْنَ لَا يُعْنِي مِنَ
الْحُقْقِ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٥﴾ وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ
أَنْ يُفْتَرِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ
وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبٌ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٦﴾

(یوس: ۳۷-۳۸)

”ان سے پوچھو، تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟ کہو، وہ صرف اللہ ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پھر بھلا بتاؤ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیرودی کی جائے یا وہ جو خود را نہیں پاتا الایہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے؟ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے الٹے فصلے کرتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ محض قیاس و گمان کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ حالاں کہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ اور یہ قرآن مجید وہ حجیز نہیں ہے جو اللہ کی وحی و تعلیم کے بغیر تصنیف کر لیا جائے، بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آچکا تھا اس

کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرمائی رواتے
کائنات کی طرف سے ہے۔“

انسان اپنی نفسانی خواہشات کی بے لگام پیری وی کرنے لگے تو وہ اللہ کی ہدایت کو
نہیں پاسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ أَصْلَلْ هُنَّ اتَّبَعَهُوْلُهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظَّلِيلِينَ^⑤
(القصص: ۵۰:۲۸)

”اور اس شخص سے بڑھ کر کون گم راہ ہو گا جو خداوی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہشات
کی پیری وی کرے؟ اللہ ایسے ظالموں کو ہرگز ہدایت نہیں بخشتا۔“

انسان قرآن مجید کی ہدایت سے محروم اس وقت بھی ہوتا ہے جب وہ کھلیت متابے،
گانے بجائے اور فضول کاموں میں مشغول ہو کر قرآن مجید سے بے رخی برتا ہے۔ اتنا ہی نہیں،
وہ قرآن مجید کی طرف غرور گھنٹہ کی وجہ سے توجہ ہی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشَرِّي لَهُوا الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَخَذَّلَهُوْلَهُ ۖ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ^⑥ وَإِذَا
تُشَنِّ عَلَيْهِ أَيْتُنَا وَلِيُمُسْتَكِبِرًا كَانَ لَمَ يَسْمَعَهَا كَانَ فِي أَذْنَيْهِ
وَقَرَاءَ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ^⑦ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّلِحَاتِ لَهُمْ جَنَّتُ النَّعِيمِ^⑧ خَلِدِينَ فِيهَا ۖ وَعَنَ اللَّهِ حَقَّاً
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ^⑨
(لقمان: ۶-۷)

”اور انسانوں ہی میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلام دل فریب خرید کرلاتا ہے، تاکہ
لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھکاراے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق
میں اڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اسے جب
ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے گھنٹے کے ساتھ اس طرح رخ پھیلیتا ہے گویا کہ
اس نے انہیں سنائی نہیں، گویا کہ اس کے کان بہرے ہیں۔ اچھا، مرشدہ سنادو اے
ایک دردناک عذاب کا۔ البتہ جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں ان کے

لیے نعمت بھری جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔“

انسان کے لیے خیر و بھلائی اور سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ وہ کہی جانے والی بات کو غور سے سنے، پھر دلائل کی بنیاد پر اس کے صحیح یافتہ ہونے کو جانچے۔ اپنی بھلائی کے منظراً قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقُوَّالَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۝

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝

(آل عمران: ۳۶-۳۷)

”پس (اے نبی) بشارت دے دو میرے ان بندوں کو، جو بات کو خور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلوکی پیرروی کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے بدایت بخشی ہے اور یہی داشمند ہیں۔“

قرآن مجید کا ایک تعارف خود قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اللَّهُ تَزَّلَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَبًا مُّتَشَاءِهَا مَثَانِيٌّ تَقْشِعُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَجْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۝ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذُكْرِ اللَّهِ ذُلِّكَ هُدَى اللَّهُوَيْهِيَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ ۝ (آل عمران: ۲۹-۳۰)

”اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے۔ ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں اور جس میں مضاہین بار بار دہراتے گئے ہیں۔ اسے سن کر ان لوگوں کے رو ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں۔ اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس سے وہ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے۔“

”اللہ جسے چاہتا ہے اپنی ہدایت اور راست پر لے آتا ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ جس انسان کو ہدایت پانے اور راست پانے والا ہے، پسندیدہ راست پر چلنے میں دل چھپی نہیں ہے، اسے اللہ زبردستی راست پر نہیں چلاتا، بلکہ جو اپنی ہدایت کا طلب گارا اور حریص ہے

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب

اسے توفیق بھی ملتی ہے اور ہدایت بھی نصیب ہوتی ہے۔ ہدایت چاہئے والے کے لیے اللہ تعالیٰ
اس راہ پر چلنا آسان کر دیتا ہے۔

اس باب میں اب تک یہ بتانے کی کوشش کی گئی کہ ہدایت پانے والے کون
ہوتے ہیں؟ اور اس سے محروم کون رہتے ہیں؟ یہ باب اس کتاب کا ہم حصہ ہے۔ ہر انسان کسی
بھی عقیدہ اور راستہ کو اختیار یا ترک کرنے کے لیے آزاد ہے۔ لیکن دنیا کی اس چند روزہ امتحانی
زندگی میں انسان کی اس بات کی آزمائش ہو رہی ہے کہ وہ خدا کی ہدایت اور رہنمائی کو اپنے
لیے منتخب کرتا ہے، یا اس کا انکار کر دیتا ہے۔ ذرا غور کیجیے کہ اگر وہ اس میں غلطی کر بیٹھے، یا اس کی
غیر معمولی اہمیت ہی کو نہ سمجھے تو موت کے بعد ابدی زندگی میں کتنی بڑی ناکامی کو اسے عذاب جہنم
کی شکل میں دیکھنا پڑے گا۔ یہ زندگی عمل کے لیے ایک ہی بار ملی ہے۔ موت کے بعد کوئی
انسان دوبارہ دنیا میں نہ پہلے کبھی آیا تھا مذہب آئندہ اس کا کوئی امکان ہے۔ اس لیے قرآن مجید متوجہ
کرتا ہے کہ انسان سوچ سمجھ کر کام کرے۔ موت کے بعد کی زندگی میں ہمیشہ کی کام یا یہ کے
حصول کے لیے اور ناکامی سے بچنے کے لیے فیصلہ کرے۔

قرآن مجید سب کے لیے عام ہے، لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے چند باقاعدے کا
خیال رکھنا ضروری ہے:

- ۱۔ انسان کے اندر ہدایت کی طلب، حرص اور ترڈ پ کا ہونا ضروری ہے۔ وہ اپنے
طور پر بھی اللہ کی طرف متوجہ ہو۔
- ۲۔ انسان کو اپنے بھلے برے انجام کی فکر ہونی چاہیے۔ بے فکری اور لاپرواٹی کی زندگی
بس رکر کے اچانک موت کے حادثے سے دوچار ہو جائے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟
- ۳۔ اپنی موت کے بعد ہمیشہ کے لیے ایک کام یا ب زندگی پانے اور ابدی ناکامی سے
بچنے کی تمنا اور فکر انسان کے اندر ہونی چاہیے۔
- ۴۔ اپنی زندگی اور تخلیق کے مقصد کو خدا (غلاق) کے منشا کے مطابق پورا کرنے کی
کا پختہ ارادہ و شعور ہونا چاہیے۔
- ۵۔ غیبی حقیقوں پر ایمان لانا یعنی دل سے تسلیم کرنا اور زبان سے اعلان ضروری ہے۔ وہ

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کا کتاب

- ۶- اللہ، حیات بعد موت، ملائکہ، جنت اور دوزخ وغیرہ غیبی سچائیوں کو علم و عقل اور بصیرت سے کام لیتے ہوئے، تصریحات کتاب الہی کی بنیاد پر قبول کر لے۔
- ۷- ہدایت کے لیے اللہ کی نازل کردہ باتوں کو دھیان دے کر سننے سمجھنے کی کوشش کرنا اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرنا لازم ہے۔
- ۸- اس کے اندر اپنے خالق، محسن، منعم، معبو و حقیقی اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کو پانے اور اس کی ناراضی سے بچنے کا سچا عذب ہونا چاہیے۔
- ۹- انسان سلیم الفطرت بننے کی کوشش کرے۔ اس کے اندر ضمیر اور فطرت کے مطالبات کو حق کی روشنی میں پورا کرنے کے لیے آمادگی ہونی چاہیے۔
- ۱۰- زندگی میں پیش آنے والے واقعات، حادثات، تجربات اور مشاہدات سے صحیح سبق سیکھنا چاہیے اور درست نتائج لکانے چاہتیں۔
- ۱۱- ذاتی زندگی میں خیر، بھلائی اور نیکی کے کاموں میں انسان کو لمحپی لینی چاہیے۔ اسی طرح شر، فساد، بگاڑ اور ظلم و زیادتی کے کاموں سے بچنا چاہیے۔
- ۱۲- اللہ نے جو رزق دیا ہے اس میں سے بندوں کے حق کو تسلیم کر کے دلی رغبت کے ساتھ ان پر خرچ کرنا چاہیے۔

ہدایت سے محروم رہنے والے

- قرآن مجید کی ہدایت سے محروم لوگ کون ہیں؟ قرآن مجید میں اس کو بھی تفصیل سے بتایا گیا ہے۔ ذیل کی بری صفات، انسان کو ہدایت سے محروم رکھتی ہیں:
- ۱- غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہونا۔
 - ۲- شرک پر قائم رہنا۔
 - ۳- آخرت کی زندگی اور اعمال کی باز پرس کا انکار کرنا، گویا دوسرے الفاظ میں غبی حقائق کو تسلیم کرنے سے انکار کرنا۔
 - ۴- آباء پرستی۔ آنکھ بند کر کے باپ دادا کی راہ پر چلتے رہنا۔

- قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمای کتاب
- ۵ خواہشات نفس کی بے لگام پیروی کرنا۔
- ۶ خیر، بھلائیوں اور نیکیوں سے رغبت نہ ہونا اور شر و فساد اور بگاڑ کے کاموں میں دل چسپی لینا۔
- ۷ تعصّبات کا شکار ہو جانا۔
- ۸ توہہمات، قیاس و گمان میں پھنس کر رہ جانا۔
- ۹ قومی، نسلی اور لسانی برتری کے غلط جذبے میں دوسروں کے لیے حقارت آمیز رویہ اختیار کرنا۔
- ۱۰ دنیا ہی کی زندگی کو اصل سمجھ کر اس پر مطمئن ہو کر آخرت کو بھول جانا۔
- ۱۱ زندگی کو ناج، گانے، شراب، اور قص اور فضول کاموں میں بس رکرنا۔
- جب آپ قرآن مجید کا مطالعہ کریں گے تو یہ سب مضامین بار بار آپ کے سامنے آتے رہیں گے۔
-

قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات

(الف) توحید

قرآن مجید کی سب سے بڑی، بنیادی اور اہم تعلیم توحید ہے، یعنی ایک خالق، پانہار، مالک اور معبود حقیقی کو اس کی تمام اعلیٰ صفات کے ساتھ دل سے ماننا، اس کے ساتھ کسی کو کسی حیثیت میں شریک نہ کرنا۔ توحید کے علاوہ قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات درج ذیل ہیں:

عقیدہ رسالت، یعنی انسان کی ہدایت کے لیے پیغمبروں کا آنا۔

عقیدہ آخرت، یعنی مرنے کے بعد ایک ہمیشہ کی زندگی کو تسلیم کرنا۔

قرآن مجید کو ٹھیک ٹھیک صحیح کر ہدایت پانے کے لیے اس کی ان تینوں بنیادی تعلیمات (عقائد) کو ٹھیک طور پر سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ قرآن مجید بہترین دلائل، دل نشین انداز اور حکیمانہ طرز سے ان بنیادی تعلیمات کی تفہیم کرتا ہے۔ قرآن مجید کی یہ تعلیمات دنیا کے تمام انسانوں کے لیے عام ہیں۔ خود انسان کی ذات کے اندر اس کے وجود میں اور کائنات میں پھیلی ہوئی سینکڑوں نشانیاں ان حقیقتوں کی تصدیق کرتی ہیں۔ قرآن مجید ان پر غور و فکر کی جانب متوجہ کرتا ہے:

يَأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ
إِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الشَّمَاءِ رِزْقًا

لَكُمْ۝ فَلَا تَجِعُلُوا إِلَهًا أَنَّدَادًا۝ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (البقرة: ۲۲-۲۱)

”لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے بیں ان سب کا خالق ہے، تمہارے بچپنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار کا لکر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا۔ پس جب تم جانتے ہو تو دوسروں کو اس کا مدد مقابل ٹھہراو۔“

مولانا مودودیؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یعنی جب تم خوبی اس بات کے قائل ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ یہ سارے کام اللہ ہی کے ہیں، تو پھر تمہاری بندگی اسی کے لیے خاص ہونی چاہیے۔ دوسرا کون اس کا حق دار ہو سکتا ہے کہ تم اس کی بندگی بحالاً؟ دوسروں کو اللہ کا مدد مقابل ٹھہرانے سے مراد یہ ہے کہ بندگی اور عبادات کی مختلف اقسام میں سے کس قسم کا رویہ خدا کے سوا دوسروں کے ساتھ بردا جائے۔ آگے چل کر خود قرآن مجید ہی سے تفصیل کے ساتھ معلوم ہو جائے گا کہ عبادات کی وہ اقسام کون کون ہیں جنہیں صرف اللہ کے لیے مخصوص ہونا چاہیے اور جن میں دوسروں کو شریک ٹھہرانا وہ شرک ہے جسے روکنے کے لیے قرآن مجید آیا ہے۔“ (تفہیم القرآن، جلد اول، صفحہ ۵۷)

قرآن مجید نے خالق حیات و کائنات کا پورا تعارف کرایا ہے۔ اس کی صفات کا تذکرہ کیا ہے، اللہ کی وحدانیت، اس کی اعلیٰ صفات کو مانے کے تقاضے، اثرات اور نتائج تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ قلب و ذہن کو مطمئن کرنے والے دلائل دیے ہیں۔ قرآن مجید کی خوبی یہ ہے کہ اس کے دعوے، دلائل اور مباحث بہت صاف، ہوتے ہیں، جن کو صحیح نہیں میں کوئی انجھن اور مشکل نہیں ہوتی۔ قرآن مجید نے اللہ کے بارے میں بتایا کہ تمام مخلوقات اور انسان کا وہ اکیلا خالق ہے۔ کوئی دوسری ہستی تخلیق میں شریک نہیں۔ دنیا میں جن زندہ اور مردہ ہستیوں کو لوگوں نے علمی یا اپنے آبا کی پیروی یا جہالت کے سبب خدائی میں شریک کیا ہے وہ بھی اس اکیلے خدا کی مخلوق ہیں۔ اگر وہ خدا کے نعوذ باللہ واقعی شریک ہوتے؟ تو پیدا کیوں ہوتے اور وقت مقررہ پر موت

سے دو چار کیوں ہوتے؟

خالق کی ہستی تمام کم زوریوں سے پاک ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے، سب اس کے محتاج ہیں۔ وہ کسی کا نیازمند نہیں ہے، لیکن سب اس کے نیازمند ہیں۔ وہ اکیلا خالق ہے، اس کے سوابقی سب صرف مخلوق ہیں۔ مخلوق میں سے کوئی بھی خالق یا خالق کے برابر نہیں ہے۔ تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ کوئی اس کا ہم جنس نہیں ہے۔

قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت ”اخلاص“ ہے۔ اس میں عقیدہ توحید کا خلاصہ

آگیا ہے:

فُلْهُوَ اللَّهُ أَحَدٌ^۱ اللَّهُ الصَّمَدُ^۲ لَمْ يَلِدْ^۳ وَلَمْ يُوَلَّدُ^۴ وَلَمْ يَكُنْ
لَّهُ كُفُواً أَحَدٌ^۵

(الإخلاص: ۱-۲)

”اے نبی! آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بنیاز ہے۔ اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ وہ خود جنا گیا اور کوئی اس کا ہم سر نہیں ہے۔“

اللہ تعالیٰ خالق ہی نہیں، پالنہار، پروردگار، مالک، آقا، رب اور قانون عطا کرنے والا بھی ہے۔ ان تمام حیثیتوں میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس کا کوئی اوتار نہیں ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس نے تو کسی مخلوق کو اپنا شریک کبھی نہیں بنایا، نہ اسے کوئی ضرورت لائق ہے شریک بنانے کی۔ لیکن نادان لوگوں نے مختلف زمانوں میں اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا لیے۔ اس کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں زندہ اور مردہ ہستیوں کو اس کا شریک بناؤ لا۔ اس کا انہیں کوئی حق نہیں تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بہت بڑی جسارت اور گستاخی ہے۔ ایسے لوگ خود بھی راہ راست سے دور ہو گئے اور عام انسانوں کو بھی خدا سے دور کر دیا۔ قرآن مجید میں بتایا گیا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكَذَبَ

(القاف: ۷)

”اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گھٹرے۔“

خدا کے وجود کا انکار کرنے کے لیے کوئی عقلی اور سائنسی دلیل نہیں ہے۔ جب کہ اس کے وجود پر یقین کرنے کے لیے انسان کی ذات سے لے کر کائنات کے چپے چپے تک

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب
نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ واحد معبد ہے۔ اس کا کوئی ہم جنس نہیں ہے۔ وہ کسی کی اولاد نہیں، نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ وہ تمام اچھی صفات کا مالک ہے اور ہر طرح کی کمزوریوں سے پاک ہے۔ وہ تمام مخلوقات کو ہدایت اور رہنمائی عطا کرنے والا ہے۔ خاص طور پر انسان کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا بھرپور اور کامل انتظام رسالت کے نظام کے ذریعہ کر دیا۔ اللہ کو ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ رسولوں اور پیغمبروں کو تسلیم کیا جائے۔ کسی ایک پیغمبر کا انکار، تمام پیغمبروں کا انکار ہے۔

اللہ نے پیغمبروں کے ساتھ کتابیں اتاری ہیں۔ اللہ کو ماننے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کتابوں کو تسلیم کیا جائے۔ کسی ایک کتاب کا انکار، تمام کتابوں کا انکار ہے۔ آخری کتاب قرآن مجید ہے۔

اللہ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پوری ہدایت اور رہنمائی کو بھی تسلیم کیا جائے۔ (دنیا کی زندگی میں، امتحان کی غاطر، اللہ نے انسان کو آزادی دی ہے کہ چاہے تو حق کو تسلیم کرے یا انکار کر دے۔) اس نے انسان کی پوری زندگی کے لیے قانون دیا ہے۔ اس قانون کو تسلیم کرنا اور عمل کرنا کام یابی کے لیے ضروری ہے۔

اللہ کی وحدائیت کی ضد کفر، الحاد (انکار خدا)، شرک کا رویہ ہے۔ مولانا مودودی نے کفر کی بہت عمدہ تشریح کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”کفر کے اصل معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور یہ لفظ ایمان کے مقابلے میں بولا جانے لگا۔ ایمان کے معنی ہیں ماننا، قبول کرنا، تسلیم کر لینا۔ اس کے برعکس کفر کے معنی ہیں، نہ ماننا، رد کر دینا، انکار کرنا۔ قرآن مجید کی رو سے کفر کے رو یہ کی مختلف صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ انسان سرے سے خدا ہی کو نہ مانے اور اس کے اقتدار علی کو تسلیم نہ کرے اور اس کو اپنا اور ساری کائنات کا مالک اور معبد ماننے سے انکار کر دے، یا اسے واحد مالک اور معبد نہ مانے۔

دوسرے یہ کہ اللہ کو تو مانے، مگر اس کے احکام اور اس کی پدایات کو واحد منبع علم و قانون تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔

تیسرا یہ کہ اصولاً اس بات کو بھی تسلیم کر لے کہ اے اللہ ہی کی پدایت پر چلنا چاہیے، مگر اللہ اپنی پدایات اور اپنے احکام پہنچانے کے لیے جن پیغمبروں کو واسطہ بناتا ہے انہیں تسلیم نہ کرے۔

چوتھے یہ کہ پیغمبروں کے درمیان تفریق کرے اور اپنی پسند یا اپنے تعصبات کی بنابر ان میں سے کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے۔

پانچویں یہ کہ پیغمبروں نے خدا کی طرف سے عقائد، اخلاق اور قوانین حیات کے متعلق جو تعلیمات بیان کی ہیں ان کو یا ان میں سے کسی چیز کو قبول نہ کرے۔

چھٹے یہ کہ نظریے کے طور پر تو ان سب چیزوں کو مان لے، مگر عملاً احکامِ اللہ کی دانستہ نافرمانی کرے اور اس نافرمانی پر اصرار کرتا رہے اور دنیوی زندگی میں اپنے روئے کی بنا اطاعت پر نہیں بلکہ نافرمانی پر ہی رکھے۔

یہ سب مختلف طرز کلمہ عمل اللہ کے مقابلے میں با غیانت ہیں۔ ان میں سے ہر ایک روئے کو قرآن مجید کفر کے تعبیر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض مقامات پر قرآن مجید میں کفر کا لفظ کفر ان نعمت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور شکر کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔ شکر کے معنی یہ ہیں کہ نعمت جس نے دی ہے، انسان اس کا احسان مند ہو، اس کے احسان کی قدر کرے، اس کی دی ہوئی نعمت کو اسی کی رضا کے مطابق استعمال کرے اور اس کا دل اپنے محسن کے لیے وفاداری کے جذبے سے لبریز ہو۔ اس کے مقابلے میں کفر یا کفر ان نعمت یہ ہے کہ آدمی یا تو اپنے محسن کا احسان ہی نہ مانے اور اسے اپنی قابلیت یا کسی غیر کی عنایت یا سفارش کا نتیجہ سمجھے، یا اس کی دی ہوئی نعمت کی ناقدری کرے اور اسے ضائع کر دے، یا اس کی نعمت کو اس کی رضا کے خلاف استعمال کرے، یا اس کے احسانات کے باوجود اس کے ساتھ غدر اور بے وفائی کرے۔ اس نوع کے کفر کو ہماری زبان میں بالعموم احسان فراموشی، نمک حراثی، غداری اور

ناشکرے پن کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔” (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كَيْفَ تَكُفُّرُونَ بِاللَّهِ وَ كُنْتُمْ أَمْوَالًا فَأَحْيَا كُمْ ثُمَّ يُمْبَيِثُكُمْ
ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۖ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي
الْأَرْضِ جَمِيعًا ۚ ثُمَّ أَسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّيْهِنَّ سَبْعَ
سَمَوَاتٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ (آل عمران: ۲۸-۲۹)

”تم اللہ کے ساتھ کفر کارویہ کیے اختیار کرتے ہو، حالاں کہ تم بے جان قتے، اس نے
تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی
عطایا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے
لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر اور پر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان
استوار کیے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“

قرآن مجید نے شرک کی تردید کی ہے اور یہ حقیقت بیان کی ہے کہ شرک کے لیے
کوئی عقلی دلیل نہیں ہے۔ علم و بصیرت، منطق اور سائنس کی رو سے شرک، صداقت کی ضد ہے۔
شرک کو نادان لوگ محض اس لیے مانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آباء و اجداد کو شرک پر دیکھا
ہے۔ شرک کی بنیاد علم اور حق پر نہیں، محض وہم و گمان اور قیاس پر ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ۖ قُلْ سَمُّوهُمْ ۖ أَمْ تُنَبِّئُونَهُمَا لَا يَعْلَمُونَ فِي
الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ ۖ وَنَّ الْقَوْلُ ۝ (الرعد: ۳۳)

”اور لوگوں نے اللہ کے کچھ شریک ٹھہر کر کے ہیں۔ ان سے کہیے، ذرا ان شرک کے
نام تو بتاؤ، یا کچھ تم اللہ کو ایسی بات بتانا چاہتے ہو جسے وہ اپنی زمین میں خود بھی نہیں
جانتا، یا تم لوگ اسیں یونہی جو منہ میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہو۔“

وَمَنْ يُشَرِّكُ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا ۝ (النساء: ۳۸)

”اور جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بہت بیڑا جھوٹ ھٹ اور سخت گناہ
کی بات کی۔“

مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ أَبَاهُمْ مَنْ قَبْلُهُ (ہود: ۱۰۹)

”یہ تو ان معبدوں کی پرستش اسی طرح کر رہے ہیں جس طرح ان سے پہلے ان کے باپ دادا کرتے رہے ہیں۔“

شرک کی کمزوری کی مثال قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا إِلَهٌ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَجْلِلُوهُ أَذْبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا إِلَهٌ وَإِنْ يَسْلُبُهُمُ الظِّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُو كُمْنَهُ ضَعْفُ الظَّالِبِ وَالظَّالِمُونَ^{۲۵}

(آل جمع: ۲۴)

”لوگو! غور سے سنو، ایک تمثیل بیان کی جاتی ہے۔ ایک کوچھوڑ کر تم جن معبدوں کو پکارتے ہو وہ سب مل کر اگر ایک کھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، (اتا ہی نہیں بلکہ) اگر کھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا کھی نہیں سکتے۔ پیچا کرنے والا بھی کمزور اور جس کا پیچھا کیا جا رہا ہے وہ بھی کمزور۔“

اس آیت کی تشریح میں مولانا محمد یوسف اصلاحی لکھتے ہیں:

”جو ہستیاں کھی تک پیدا نہ کر سکیں، کھی پیدا کرنا تو در کنار، کھی سے اپنی چھینی ہوئی چیز واپس نہ لے سکیں، وہ بھلا خالق ارض و سما، مالک کائنات اور غالب و قادر خدا کی شریک ہو سکتی ہیں۔ ان بے اختیار معبدوں کے سامنے سر نیاز جھکانے والوں کی نادانی اور گستاخی پر جتنا کھنی افسوس کیا جائے، کم ہے۔“ (قرآنی تعلیمات، صفحہ ۱۲۶)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفات بھی مذکور ہیں:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَقُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذْنَا سِنَةً وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُجِيظُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَنْعُوذُهُ حَفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ^{۲۶}

(آل بقرۃ: ۲۵۵)

”اللَّهُ، وَهُوَ زِنْدَةٌ جَاءَ يَوْمَ الْحِسْبَةِ جَوْتَمَامَ كَانِتَاتِ كُوسِنجَا لَهُ بُوئَتِ ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ سے اونگلکتی ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی جناب میں، اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیزان کی گرفت اور اک میں نہیں آسکتی الایک کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔ اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھاتی ہوئی ہے اور ان کی گہبانی اس کے لیے کوئی تھکادی نہیں والا کام نہیں ہے۔ لب وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔“

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے:

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ؛ عَلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؛ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ^{۲۳} هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ؛ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَمَّيْنُ الْعَزِيزُ الْجَبَارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشَرِّكُ كُوْنَ^{۲۴} هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِقُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى طُبْسِيْحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ^{۲۵}

(احشر ۲۲:۵۹)

”وَهُوَ اللَّهُ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ غائب اور حاضر ہر چیز کا جانے والا وہی ہے۔ حمل اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر اسلامتی، امن دینے والا، ٹگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز، جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کی تشییع کر رہی ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔“

یہ کتنی بڑی نادانی ہے کہ انسان، اللہ کی بخشی ہوئی زندگی، عطا کردہ نعمتوں اور

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب

احسانات و مہربانیوں کے باوجود اس کا شکر گزار اور وفادار نہ بنے۔ اس کے بجائے دوسری ہستیوں کا وفادار بن جائے۔ اللہ جیسی عظیم ہستی، تمام کائنات کے مالک اور معبد حقیقی کے ساتھ یہ کھلی ہوتی ہے وقاری ہے۔ یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْفُرُ أَنْ يُشَرِّكَ بِهِ وَيَعْفُرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ^{۱۷}

وَمَنْ يُشَرِّكُ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَ إِنْمَاعًا عَظِيمًا^{۱۸} (النساء: ۳۸)

”اللہ اس جرم کو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کے سوا جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کوششیک ٹھہرایا اس نے بہت ہی بڑا جھوٹ گھٹا اور سخت گناہ کی بات کی۔“

قرآن مجید میں شرک کا انجمان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنَدَادًا لِيُضْلُلُوا عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَةً كُمَالَ النَّارِ^{۱۹} (ابراهیم: ۳۰)

”اور ان لوگوں نے اللہ کے کچھ شریک قرار دیے ہیں، تاکہ وہ انہیں اللہ کے راستے سے بھکار دیں۔ ان سے کہیے کہ کرو کچھ مزے۔ آخر کار تمہیں پلٹ کر جانا دوزخ ہی میں ہے۔“

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَسُوعُ ابْنُ رَبِّي أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشَرِّكُ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ آنْصَارٍ^{۲۰} (المائدہ: ۵۷)

”ان لوگوں نے واقعی کفر کیا جنہوں نے کہا: اللہ تو ہی مریم کا بیٹا مسیح ہے، حالانکہ مسیح یہ تعلیم دیتے تھے کہ اے اسرائیلیوں! اللہ کی بننگی کرو، جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ بلاشبہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی، اس کا ٹھکانا آتش دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔“

(ب) رسالت

پچھلے صفحات میں بعض اسلامی تصورات سے آپ کو واقف کرایا گیا۔ مثلاً وحی، فرشتہ، ہدایت اور توحید وغیرہ۔ یہ بات واضح کی گئی کہ انسان کی صرف مادی ضرورتیں ہی نہیں ہیں، بلکہ اس کی اخلاقی و روحانی ضرورتیں بھی ہیں۔ انسان صرف کھانا کھا کر، ہوا میں سانس لے کر اور پانی پی کر زندگی بسر نہیں کرتا، اس کی اصل زندگی تو اخلاق اور روحانیت کی زندگی ہے۔ اخلاقی شعور اگر مردہ ہو یا مرجائے تو انسان محض دوٹا نگول اور دو ہاتھوں والا ایک حیوان ہے۔ خالق، اپنی تمام مخلوق پر اور انسان پر بڑا مہربان ہے۔ اللہ کی صفات میں عدل، رحمت اور حکمت نمایاں ہیں۔ اسی نے انسان کو زمین پر بسایا۔ اس کے لیے اپنی عنایتوں، نعمتوں اور حرمتوں کی بارش برسادی۔ اسی نے اخلاق و روحانیت کی تعلیم دی۔ ہدایت کے لیے بہترین انتظام و اهتمام کیا۔ اس کو رسالت یا انتظام نبوت کہتے ہیں۔ یہ نظام درج ذیل اجزاء پر مشتمل ہے:

- ۱۔ پیغمبروں کی آمد۔
- ۲۔ ان عظیم ہستیوں پر کتابوں اور صحیفوں کا اللہ کی جانب سے بھیجا جانا۔
- ۳۔ ختم نبوت۔

مولانا محمد فاروق خان عقیدہ رسالت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”نبوت یا رسالت کا نظریہ مادی نقطہ نظر سے بالکل مختلف ہے۔ مادہ پرستوں کا خیال ہے کہ کائنات کا نظم صرف فطری اور مادی قوانین کے سہارے قائم ہے۔ اس کے پیچھے کسی خدا اور حی و قیوم ہستی کی کارفرمانی نہیں پائی جاتی۔ اس دنیا میں جو کچھ بھی دکھائی دیتا ہے وہ صرف مادہ کی کرشمہ سازی ہے، لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ خود کائنات کا حیرت انگیز نظم انسان کے اس نظریہ کی تردید کرتا ہے۔ وسیع کائنات میں جس علم و دانش اور رحمت کا اظہار ہوتا ہے اور انسان میں جو اخلاقی حصہ اور شعور پایا جاتا ہے اس کا سرچشمہ بے جان اور بے شعور مادہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ انسان کو یہ بتایا جانا چاہیے کہ حق کیا ہے اور باطل کے کہتے ہیں؟ عدل

کیا ہے؟ ظلم کے کہتے ہیں؟ محبت والفت کے کہتے ہیں؟ بدی اور شر کیا ہے؟ زندگی میں شر کہاں سے داخل ہوتا ہے؟ زندگی میں اخلاق کی حکمرانی کیسے ہوتی ہے؟ زندگی کافطری اور سیدھاراستہ کون سا ہے؟ انسان کے انہی فطری مطالبات کا صحیح جواب وہ ہے جسے رسالت یا نبوت کہتے ہیں۔“ (حقیقت نبوت، صفحہ ۷، ۸)

پیغمبروں کے بارے میں اس حقیقت کو سامنے رکھنا ضروری ہے کہ یہ سب انسان ہوتے تھے۔ البتہ انسانوں میں ان کے مرتبے کے برابر کوئی نہیں ہوتا تھا۔ مخالفین نے اعتراض کیا کہ یہ پیغمبر کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ تو بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور رکھانا کھاتے ہیں۔ بیوی، بچوں والے ہیں۔ قرآن مجید میں بتایا گیا کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے انسان ہی موزوں ہے۔ کوئی فرشتہ یادوسری مخلوق انسان کے لیے نمودن کیسے بن سکتی ہے؟ جہالت پر مبنی ایک نیا یہ ہے کہ خدا خود جسمانی ہیئت لے کر اوتار کی حیثیت سے زمین پر آتا ہے۔ حالاں کہ خدا کی ہستی انسانوں جیسی جسمانی، شکل و صورت سے آزاد ہے، اس لیے اوتار بنا اس کی شان کے خلاف ہے۔ لامحدود ہستی کسی محدود، فانی اور مادی وجود میں کیسے آسکتی ہے؟ اوتار انسانوں کے لیے نمودن کیسے بن سکتا ہے؟ وہ تو انسانوں کی جنس سے ہے ہی نہیں۔ جانتا چاہیے کہ اللہ کے پیغمبر دنیا کی مختلف قوموں اور زمانوں میں آئے ہیں۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر ہر قوم میں آئے ہیں:

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَآ فِيهَا نَذِيرٌ^{۲۵} (فاطر: ۲۴-۲۵)

”کوئی بھی ایسی قوم نہیں جس میں کوئی خبردار کرنے والا (رسول) نہ آیا ہو۔“

وَلِكُلٍّ قَوْمٌ هَادِيٌ^{۲۶} (الرعد: ۱۳)

”ہر قوم کے اندر ہدایت کرنے والے کو بھیجا گیا۔“

قرآن مجید سے ہدایت پانے کے لیے تمام پیغمبروں کو دل سے ماننا بے حد ضروری ہے۔ رسولوں اور نبیوں کے درمیان تفریق نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری پیغمبر ہیں۔ آغاز انسانیت سے پیغمبروں کے ذریعہ جو ہدایت انسان کو مل رہی تھی اس کی کبھی نہ کبھی تکمیل ہونی ہی تھی۔ انسانیت نے اپنے سفر کا آغاز کیا تو اب

وہ منزلیں طے کر کے اپنے سن بلوغ کو پہنچ چکی تھی، جہاں تمام انسانیت، تمام قوموں کے لیے ایک پیغمبر اور ایک کتاب ہدایت کافی تھی۔ الگ الگ قوموں کے لیے الگ الگ پیغمبروں کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ ساری دنیا اور تمام قوموں کے لیے ایک ہی پیغمبر اور ایک ہی کتاب کے کافی ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ہدایت کے یہ دونوں ماغذ (Sources) محفوظ کر دیے جاتے۔ چنانچہ آپ نے پچھلے صفحات میں مطالعہ کیا کہ قرآن مجید پوری طرح محفوظ ہے۔ اس پر دنیا کے مورخین متفق ہیں۔ جس ہستی پر قرآن مجید نازل ہوا وہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی سیرت، آپ کے مبارک ارشادات، آپ کی پوری سرگرمیاں یا افعال محفوظ ہیں۔ اب ہدایت کے گم ہونے، خلط ملط ہونے کا کوئی خطرہ یا ندیشہ باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت، مرضی اور رہنمائی کا ایک مکمل نمونہ، رہتی دنیا تک، انسان کے سامنے آگیا۔ اب دنیا کے تمام انسانوں کے لیے، خدا کی آخری ہدایت، آخری کتاب قرآن مجید ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ فرائیم کی گئی ہے۔ یہ ہدایت کسی غاص قوم نسل، رنگ و زبان یا علاقہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ زماں و مکاں سے بھی یہ ماوراء ہے۔ اس لیے اس کی تکمیل و جامعیت کا اعلان، ہدایت دینے والے اللہ کی طرف سے ہی کر دیا گیا۔

دین کی تکمیل یعنی ہدایت کا پورا نظام مکمل اور محفوظ ہونے کے بعد نئے پیغمبر اور نئی کتاب کی ضرورت کیا باقی رہ سکتی تھی۔ اس لیے ختم نبوت کا بھی قرآن مجید نے اعلان کر دیا۔

چنانچہ اس بارے میں قرآن کہتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ

النَّبِيِّينَ طَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ (الاحزاب ۳۰:۳۳)

”[لَوْگُو!] محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول

اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“

اس اہم حقیقت کو حضرت محمد ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعہ اور واضح فرمادیا ہے:

(۱) ”رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔“

(ترمذی، مسند احمد)

(۲) ”بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جائشیں ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، بلکہ خلفاء ہوں گے۔“ (بخاری)

(۳) ”میری مثال اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک عمارت بنائی اور اسے خوب حسین و حمیل بنایا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے اور کہتے تھے: یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“ (بخاری و مسلم)

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انسان کو کسی نہ کسی گرو (Guru) سے وابستہ ہو کر اس کی رہنمائی میں زندگی بسر کرنی چاہیے۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ اس سلسلے میں صحیح بات کو صحیح کے لیے یہ جانتا ضروری ہے کہ رسول یا پیغمبر کی حیثیت کیا ہوتی ہے؟

رسول یا پیغمبر خدا کا نمائندہ بن کر آتا ہے۔ اسے خدا کی جانب سے سند (Authority) اور اذن (Sanction) حاصل ہے۔ وہ ریاست کر کے یا سوچ چمار کر کے بطورِ خود یا دعویٰ نہیں کر دیتا کہ اللہ کا پیغمبر ہے یا انسانوں کے لیے اللہ کی جانب سے رہنماء اور پیشوَا ہے، بلکہ یہ اعلان اللہ کی جانب سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ رسالت اور نبوت، خواہش اور کوشش کر کے حاصل کرنے کی چیز نہیں ہے۔ یقین طور پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ کب، کہاں اور کیسے اپنے بندوں کی پدایت اور رہنمائی کے لیے کسی شخص کو منتخب کرے۔ اس میں انسان کے ارادے اور کوشش کا کوئی دخل کمیں نہیں ہے۔ اللہ کے اس فیصلے میں کسی انسان کا کوئی مشورہ شامل ہو سکے، اس کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں ہے:

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ
(الانعام: ۶۴)

”اللَّذِي أَدَدَ بِهِ تِرْجَانَتَهُ كَمَا أَنَّهُ يَقْرَأُ كُلَّ مَا يَشَاءُ“

پیغمبر یا رسول کی بہت ساری خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ جو تعلیم دیتا ہے اور جو اصول و احکام پیش کرتا ہے وہ سب اللہ کی تعلیم اور خدا کے اصول و احکام ہوتے ہیں۔ اس کی اپنی مرضی کا دخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن مجید بتاتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهُوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ مُّنْهَجٌ ۚ (النجم: ۵۳-۵۴)

”اور وہ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتا۔ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ تو صرف وہی تعلیم ہوتی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔“

یعنی رسول جو تعلیم دیتے ہیں، ہدایت اور رہنمائی کرتے ہیں وہ ان کی کوئی ذاتی چیز نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کی جانب سے جو تعلیم دی جاتی ہے، جو رہنمائی ملتی ہے، اسی کو بتاتے ہیں۔ اس طرح گویا وہ (نبی) اللہ کے براہ راست ترجیمان ہوتے ہیں۔

قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کرے گا کہ کیا آپ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ دونوں کو خدا قرار دو تو وہ جواب میں کہیں گے:

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمْرَتُنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۝

(المائدہ: ۵۷)

”میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو رب ہے میرا بھی اور رب ہے تمہارا بھی۔“

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو کبھی گروہو سے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کے تابع ہونا چاہیے۔ اگر گروکی تربیت کے نتیجے میں ہدایت اور رہنمائی مطلوب ہے تو اس کے بارے میں حضرت محمد ﷺ کا یہ اہم اعلان ہے:

”لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب

اور دوسری میری سنت یا طریقہ۔“ (موطا امام مالک)

کسی گرو کو کوئی خدامی منصب، سند اور اذن (Sanction) حاصل نہیں ہوتا۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیتا اور ان کی تربیت کرتا ہے تو یہ پیغمبر کی تعلیمات کے تحت ہونا چاہیے۔ اس کے نتیجے میں انسان کی صحیح رہنمائی ہوگی اور وہ ہدایت پا کر بھٹک جانے سے بچ سکے گا، کیوں کہ اس صورت میں وہ رہنمائی دراصل، حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی ہوگی۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ ان کی اطاعت دراصل خدا کی اطاعت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۝ (النساء: ۸۰)

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل خدا کی اطاعت کی۔“

وَمَا أَنْكُمُ الرَّسُولُ فَخُلُوْهُ وَمَا تَهْكُمُ عَنْهُ فَأَنْتُهُوَا وَاتَّقُوا
اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ
(الحشر:۵۹)

”جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دیں اس سے رک جاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْبُوْمِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمُ
بَيْنَهُمْ أَنَّ يَقُولُوا أَسْمَعْنَا وَأَطْعَنَا
(النور:۲۷)

”ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں،
تاکہ رسول ان کے مقدمے کا فصلہ کرتے تو وہ کہیں کہ ہم نے سناء اور اطاعت کی۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسانوں کے درمیان رسول یا پیغمبر کی حیثیت محض وعظ و نصیحت اور اخلاقی باتیں کرنے والے کی نہیں ہوتی، بلکہ وہ بیک وقت معلم، مریٰ، مزگی (تزکیہ نفس کرنے والا)، حاکم اور قاضی، قانون و شریعت دینے والا ہوتا ہے۔ رسول کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے۔ رسول کا انکار، دراصل اللہ کا انکار ہے۔

(ج) آخرت (موت کے بعد زندگی)

قرآن مجید کی تین اہم اور بنیادی تعلیمات میں سے ایک موت کے بعد ہمیشہ باقی رہنے والی زندگی پر ایمان ہے۔ اس کو عقیدہ آخرت کہا جاتا ہے۔ اس عقیدے کی اہمیت کا اندازہ اس طرح کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید کا شاید ہی کوئی صفحہ اس کے راست یا بالواسطہ کر کے سے خالی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اس عقیدے کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

دنیا کی یہ زندگی عارضی ہے۔ ہم اپنی آنکھوں سے انسانوں کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ خود ہم بھی ایک دن اسی موت سے ہم کنار ہوں گے۔ کسی بھی انسان کے لیے موت سے فرار ممکن نہیں۔ مرنے کے بعد انسان کہاں جاتا ہے؟ اور اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کا مشاہدہ انسان نہیں کرتا۔ یہ حلہ انسان کے حواسِ خمسہ کے دائزے سے باہر ہے۔

کوئی انسان علم کی بنیاد پر، نہیں کہہ سکتا کہ موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے، کیوں کہ اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ وہ اتنا ہی کہہ سکتا ہے کہ میں مشاہدے کی بنا پر نہیں جانتا کہ موت کے بعد کیا ہے؟

انسان اور اس کی زندگی کی طرح، اس دنیوی نظام اور کائنات کی بھی ایک متعینہ عمر ہے، جسے خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یعنی یہ کائنات فانی ہے۔ اس کی بھی موت واقع ہوگی۔ قرآن مجید نے دلائل کے ساتھ اس حقیقت کو پیش کیا ہے۔ آج سائنس پر زور طریقے سے بتاتی ہے کہ اس دنیا کو موت آئے گی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ خالق نے انسان کو زندگی جیسی عظیم، انمول اور بیش بہانعمت عطا کی۔ علم و عقل جیسی عظیم صلاحیت سے نواز۔ اختیارات اور آزادی فرک عمل بخشی۔ یہ انسان کی امتیازی خصوصیت ہے۔ انسان کو زمینی مخلوقات پر فضیلت دی۔ کیا کوئی دن ایسا نہیں آنا چاہیے جب خالق انسان سے پوچھئے کہ یہ سب پا کروہ و فادار بندہ بنا یابا غی اور نافرمان؟

انسان کی زندگی کوئی کھیل تماشہ نہیں۔ بے معنی و بے مقصد شے نہیں۔ زندگی مخف کھانے پینے، موج مستی کرنے اور مٹی میں مل جانے کے لیے نہیں ہے۔ انسان کی زندگی با مقصد اور با معنی ہے۔ اس کی پوری زندگی ایک امتحان اور آزمائش ہے۔ اس میں کام یابی اسی وقت ممکن ہے جب اس نے خالق کائنات کی مرضی اور منشا کے مطابق زندگی بسر کی ہو۔ مقصد زندگی کو پورا کیا ہو۔ اس کی نعمتوں کو اسی کی مرضی کے مطابق استعمال کیا ہو، صرف اسی کا شرگزار اور فادار بندہ بن کر رہا ہو۔ اختیارات میں من مانی نہ کی ہو، بلکہ خالق کی بدایت کے تحت استعمال کیا ہو۔ ان سب کی مستولیت اور باز پرس کے لیے موجودہ نظام ناقص اور ناکافی ہے۔ ایک دوسرا ہی نظام درکار ہے۔ یہ زندگی دار اعلیٰ ہے، دار الجرائم۔ اس کے لیے ایک دوسرا عالم درکار ہے۔

موجودہ دنیا اور نظام کا اپنے متعین وقت پر خاتمه ہوگا۔ اسے قرآن مجید نے قیامت کہا ہے۔ اس کی پوری تفصیل قرآن مجید بتاتا ہے۔ انسان کے تمام کھلے چھپے، چھوٹے بڑے اعمال اور سرگرمیوں کا ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے۔ سائنس اس کی شہادت دیتی ہے۔ آخرت میں جو دوسرا نظام نئے اصولوں اور نئے قوانین کی بنیاد پر قائم ہو گا وہاں انسان کے اعمال کی جانچ پڑتا ہوگی۔

اس موقع پر آغاز دنیا سے قیامت تک کے تمام انسان حاضر کیے جائیں گے۔

آخرت میں تمام انسانوں کو جمع کر کے ان سے حساب لینے کے موقع پر کوئی سفارش کام نہیں آئے گی۔ کسی طرح کی جانب داری، دھنس دھاندی اور رشتہ نہیں چلے گی۔ جمروں کو بچانے کے لیے کوئی آگے نہیں آئے گا۔ کوئی حکومت، بادشاہ، وزیر، صدر مملکت اور حاکم وہاں پا اختیار نہیں ہوگا۔ سب کے سب، ایک خدا، ایک بادشاہ، ایک مالک و معبود کے غلام اور بے اختیار بندے ہوں گے۔ کسی کا کوئی اختیار اور حکم نہیں چلے گا۔

آخرت کی زندگی میں جس کے اعمال نیک ہوں گے وہ کام یا ب قرار دیا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا اور جو اعمال بد لے کر پہنچا ہے وہ ناکام ہوگا اور داعیٰ عذاب کی جگہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

دنیا کی عارضی زندگی میں جو غلط ذرائع سے دولت کما کر خوش حال ہو گیا وہ اللہ کی نظر میں کام یا ب نہیں۔ جو نیکی اور اللہ کی وفاداری کے راستے پر چل کر ب ظاہر نادار ہے اسے ناکام نہیں کہا جاسکتا۔ کام یا بی اور ناکامی کا اصل معیار یہ ہے کہ اس عارضی زندگی میں انسان اللہ کے پسندیدہ راستے پر چلا یا نہیں۔ اگر تکالیف، محرومیوں اور نقصانات کو برداشت کرنا پڑے تو اللہ کی رضا، خوش نودی اور اخروی زندگی کی ابدی کام یا بی کے لیے انسان کو چاہیے کہ انہیں گوارا کرے۔ اس کی نگاہ آخرت کی زندگی کی کام یا بی پر جمی رہے۔ حقیقی ناکامی یہ ہے کہ انسان آخرت کو بھلا دے، غلط طریقوں سے کام لے، ظلم و ستم، دھوکہ اور فریب کے ذریعہ عیش و عشرت کا سامان جمع کر لے۔ اس کے برعکس کام یا ب انسان وہ ہے جو اللہ کے آخری فیصلے میں کام یا ب قرار دیا جائے۔ ناکام وہ ہے جو اللہ کے یہاں ناکام قرار دیا جائے۔

آخرت کی زندگی کے بارے میں ان اہم غبیٰ حقائق کو قرآن مجید میں مختلف طریقوں سے دلائل اور علم و بصیرت کی روشنی میں سمجھایا گیا ہے۔ قرآن مجید انسان کو دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ ان غبیٰ امور میں اس کی رہنمائی کو قبول کرنا اس کے اپنے مفاد میں ہے بے صورت دیگروہ سراسر گھاٹے میں ہوگا۔

عقیدہ آخرت کا انسانی اخلاقیات پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمای کتاب
ڈاکٹر محمد رفیع الدین فاروقی لکھتے ہیں:

۹۵

”خدا کے سامنے جواب دیں کا تصور انسان کے اندر ایک ایسے محتسب (نفس الوّامہ) کو بھادرتا ہے جو اسے ہر برے کام کے وقت ٹوکتا ہے۔ یقیدہ اس کے اندر صلحیت پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوسروں سے چھپ کر اور موقع پا کر کبھی گناہوں کے ارتکاب سے باز رہتا ہے۔ وہ جھوٹ نہیں بولتا، وعدہ خلافی نہیں کرتا، امانت میں خیانت نہیں کرتا، رشوت نہیں لیتا، چوری نہیں کرتا، زنا نہیں کرتا، ناپ تول میں کمی نہیں کرتا، دوسروں کی حق تلفیاں نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کے دکھ درد میں کام آتا ہے۔ یہو، یتیم اور مسکین کی مدد کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں، اللہ کی محبت میں، اپنادل پسند مال خرچ کرتا ہے۔ راتوں میں وہ ہجداد کرتا ہے۔ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور تمام اعمال خیر میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔

برخلاف اس کے، جو منکر آخرت ہے، اس کی نظر دنیا کے فائدوں تک محدود ہوتی ہے۔ اس کے سامنے آج کا فائدہ ہی فائدہ ہے اور آج کا نقصان ہی نقصان ہے۔ اس لیے وہ لوگوں کی حق تلفیاں کرتا ہے، مال میراث کو سمیٹ کر کھاجاتا ہے، مال کی محبت میں اندھا ہو جاتا ہے۔ حلال و حرام کی پابندیوں کو نہیں مانتا۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ میں یتیم و مسکین کو کیوں کھانا کھلاؤں؟ کیوں ان پر مال خرچ کروں؟ کیوں کسی کی مدد کروں؟ مجھے اس سے کیا فائدہ؟ یہ ذہنیت اس کو خود غرض، مفاد پرست اور بخیل بنا کر شقاوتوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔“ (قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات ص ۸-۹، ۲۷)

قرآن مجید میں ہے:

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفُولُونَ ۗ ۝ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنفُسِهِمْ ۖ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِلَحْقٍ وَآجَلٌ مُّسَمٌّ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاءٍ رَّبِّهِمْ لَكُفَّرُونَ ۗ ۝
(اروم ۳۰: ۲۷-۲۸)

”لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل

بیں۔ کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور فکر نہیں کیا؟ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان بیں، بحق اور ایک مدت مقرر ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ مگر بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔“

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا إِنَّهُ يَنذِلُوا الْحُكْمَ ثُمَّ
يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَلَّهُمْ شَرَابٌ مَّنْ حَمِيَّرْ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ إِمَا كَانُوا
يَكْفُرُونَ (یونس: ۲۰)

”اسی کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے۔ بے شک پیدائش کی ابتداؤ ہی کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا، تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے، ان کو پورے انصاف کے ساتھ جزا دے اور جنہوں نے کفر کا طریقہ اختیار کیا، وہ کھولتا ہوا پانی پئیں اور در دن اک سزا بھیجنیں، اس انکار حق کی پاداش میں جو وہ کرتے رہے۔“

مولانا مودودیؒ ان آیات کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”ان آیات میں عقیدہ آخرت پیش کرنے کے ساتھ اس کی تین دلیلیں ٹھیک منطقی ترتیب کے ساتھ دی گئی ہیں: اول یہ کہ دوسری زندگی ممکن ہے، کیوں کہ بہیلی زندگی کا امکان واقع کی صورت میں موجود ہے۔ دوم یہ کہ دوسری زندگی کی ضرورت ہے، کیوں کہ موجودہ زندگی میں انسان اپنی اخلاقی ذمہ داری کو صحیح یا غالط طور پر جس طرح ادا کرتا ہے وہ اس سے سزا اور جزا کا جواب استحقاق پیدا ہوتا ہے، اس کی بنا پر عقل کا تقاضا ہی ہے کہ ایک اور زندگی ہو جس میں ہر شخص اپنے اخلاقی رویہ کا وہ نتیجہ دیکھے جس کا وہ مستحق ہے۔ سوم یہ کہ جب عقل و انصاف کی رو سے دوسری زندگی کی ضرورت ہے، تو یہ ضرورت یقیناً پوری کی جائے گی، کیوں کہ انسان اور کائنات کا خالق حکیم ہے اور حکیم سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ حکمت و انصاف جس چیز کے متناظر ہوں اسے

وہ وجود میں لانے سے باز رہ جائے۔” (تفہیم القرآن، جلد دوم، صفحہ ۲۶۵)

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر آخرت کے متعلق یہ رہنمائی کی گئی ہے:

بَلِ الْأَدْرَكِ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا كُنَّا نُرْبًا وَآتَوْنَا أُبْنَى لِمُخْرَجٍ جُونَ ۝ لَقَدْ وَعْدْنَا هُنَّا نَحْنُ وَآتَوْنَا مِنْ قَبْلٍ لَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُبْرِرِ مِنْ ۝

(انمل ۲۶: ۲۶-۲۹) (۴)

”بلکہ آخرت کا تعلم ہی ان لوگوں سے گم ہو گیا ہے، بلکہ یہ اس کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ یہ اس سے اندھے ہیں۔ یہ منکر میں کہتے ہیں: کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو چکے ہوں گے تو ہمیں واقعی قبروں سے نکلا جائے گا۔ یہ خبر ہم کو بھی بہت دی گئی ہیں اور پہلے ہمارے آباوجداد کو بھی دی جاتی رہی ہیں، لگر یہ بس افسانے ہی افسانے ہیں، جو اگلے وقتوں سے ہم سنتے چلے آرہے ہیں۔ کہو، ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرموں کا کیا انجام ہو چکا ہے۔“

مولانا مودودی اس آیت کی تعریج میں لکھتے ہیں:

”دنیا کی جن قوموں نے بھی آخرت کو نظر انداز کیا ہے وہ مجرم بنے بغیر نہیں رہ سکی ہیں۔ وہ غیر ذمہ دار بن کر رہیں، انہوں نے ظلم و ستم ڈھانے، وہ فشق و فجور میں غرق ہو گئیں اور اخلاق کی تباہی نے آخر کار ان کو بر باد کر کے چھوڑا۔ یہ تاریخ انسانی کا مسلسل تجربہ، جس پر زمین میں ہر طرف تباہ شدہ قوموں کے آثار شہادت دے رہے ہیں، صاف ظاہر کرتا ہے کہ آخرت کے ماننے اور نہ ماننے کا نہایت گہر اعلق انسانی رویے کی صحت اور عدم صحت سے ہے۔ اس کو مانا جائے تو رویہ درست رہتا ہے، نہ مانا جائے تو رویہ غلط ہو جاتا ہے۔ یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ اس کا مانا حقیقت کے مطابق ہے، اس لیے اس کے ماننے سے انسانی زندگی ٹھیک ڈگر پر چلتی ہے۔ اور اس کا نہ مانا حقیقت کے خلاف ہے۔ اسی وجہ سے اس کے انکار سے

یہ گاڑی پڑی سے اتر جاتی ہے۔ تاریخ کے اس طویل تجربے میں مجرم بن جانے والی قوموں کا مسلسل تباہ ہونا اس حقیقت پر صاف دلالت کر رہا ہے کہ یہ کائنات بے شعور طاقتوں کی اندری بھری فرماں روائی نہیں ہے، بلکہ یہ ایک حکیمانہ نظام ہے جس کے اندر ایک اٹل قانون مکافات کام کر رہا ہے..... (اس لیے) پچھلے مجرموں کا انجام دیکھ کر اس سے سبق لو اور انکار آخرت کے اسی احتمانہ عقیدے پر اصرار نہ کیے چلے جاؤ جس نے انہیں مجرم بن کر چھوڑا تھا۔” (تفہیم القرآن، جلد سوم، صفحہ ۲۰۱، ۲۰۱)

قرآن مجید کے متعلق حضرت محمد ﷺ کی چند دعائیں

(۱) اللہمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمْتَكَ نَاصِيَتِي بِإِيمَانِكَ.
 مَا اِسْ فِيْ حُكْمِكَ عَدْلٌ فِيْ قَضَاؤُكَ، اَسْأَلُكَ بِكُلِّ إِسْمٍ هُوَ لَكَ
 سَمِّيَتْ بِهِ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتُهُ فِي كِتَابِكَ اَوْ عَلَمْتَهُ اَحَدًا مِنْ
 خَلْقِكَ اَوْ اسْتَأْتَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ
 الْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ رَبِيعَ قَلْبِيْ وَنُورَبَصَرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ
 هَيْجِيْ۔
 (متداول دعائیں، ابوالیم محمد عبدالحی، صفحہ ۳۸)

”اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میں سراپا
 تیرے قبضے اور اختیار میں ہوں، میرے حق میں تیرافیصلہ نافذ ہے، میرے حق میں تیرا
 ہر فیصلہ عین عدل و انصاف ہے۔ جس نام سے تو نے اپنے کو موسم کیا ہے، یا اپنی
 کتاب میں اتارا ہے، جو کسی کو سکھایا ہے، یا جس کو علم غیب میں رہنے دیا ہے،
 تیرے اس نام کا واسطہ دے کر تجھ سے التجاکرتا ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی
 نصل بہار، میری آنکھوں کا نور، میرے رنج و غم کا مداوا اور میری فکر و پریشانی
 کو دور کرنے والا بنادے۔“

(۲) اللہمَّ لَكَ الْحَمْدُ فِي الْبَلَائِكَ وَصَبَيْعِكَ إِلَى خَلْقِكَ، وَلَكَ
 الْحَمْدُ فِي الْبَلَائِكَ وَصَبَيْعِكَ إِلَى أَهْلِ بُيُوتَكَ، وَلَكَ الْحَمْدُ فِي
 الْبَلَائِكَ وَصَبَيْعِكَ إِلَى أَنْفُسِنَا، حَاصَّةً، وَلَكَ الْحَمْدُ بِمَا هَدَيْتَنَا،

وَلَكَ الْحَمْدُ بِمَا أَكْرَمْتَنَا، وَلَكَ الْحَمْدُ بِمَا سَرَّتْنَا وَلَكَ الْحَمْدُ
بِالْقُرْآنِ، وَلَكَ الْحَمْدُ بِالْأَهْلِ وَالْمَالِ، وَلَكَ الْحَمْدُ بِالْمُعَافَةِ، وَلَكَ
الْحَمْدُ حَتَّى تَرْضَى، وَلَكَ الْحَمْدُ إِذَا رَضَيْتَ، يَا أَهْلَ التَّقْوَى وَأَهْلَ
الْمَغْفِرَةِ۔

(حوالہ سابق، صفحہ ۲۷، ۳۷)

”اہلی! اتمام مخلوقات پر، ہم پر اور ہمارے گھروں پر تیری جو عنایات اور احسانات
میں اور آرام و راحت میں، دکھ درد میں جو امتحان و آزمائش ہے، ہر حال میں حمد و شنا
تیرے ہی لیے ہے۔ ہمیں تو نے جو سیدھی را دکھائی ہے، جو عزت بخشی ہے، ہماری
جو پردہ پوشی کی ہے، جو قرآن مجید عظیم دیا ہے، جو مال اور اہل و عیال دیے ہیں، جو
عافیت بخشی ہے، ان سب نعمتوں پر ہم تیرے ہی شکر گزار و شناخواں میں، تا کہ تیری
خوشنودی و رضا میسر ہو، تو ہی شکر و سپاس کے لائق ہے۔ تو ہی اس لائق ہے کہ تیرا
لائقی اختیار کیا جائے اور بھی سے مغفرت طلب کی جائے۔“

(۳) قرآن مجید کی تلاوت یا مطالعہ تکمیل ہو جانے کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِالْقُرْآنِ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَاماً وَهُدًى وَرَحْمَةً. اللَّهُمَّ
ذَكِّرْنِي مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَعَلِمْنِي مِنْهُ مَا جَهَلْتُ. وَأَرْزُقْنِي تِلَوَتَهُ
آنَاءَ اللَّيْلِ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَارَبَّ الْعَالَمِينَ۔

(احیاء علوم الدین)

”اے اللہ! مجھ پر قرآن عظیم (کی برکت و عظمت) کے سبب رحم فرماء۔ اے میرے اللہ!
قرآن مجید کو میرا امام و پیشوائبنا اور نور و رحمت اور بدایت کا باعث بناء۔ اے میرے اللہ!
میں (قرآن مجید میں سے) جو کچھ بھول گیا ہوں، مجھے وہ یاد لادے اور جو کچھ قرآن مجید میں
سے نہیں جانتا وہ سکھ لادے اور تو مجھے رات کے اوقات اور دن کے اوقات میں اس کی
تلاوت کی توفیق نصیب فرماء اور اس قرآن مجید کو میرے لیے دلیل و جہت بناء، اے سارے
�ہانوں کے پالے اور پردوش کرنے والے! میری دعا قبول فرماء۔ آمین

مطالعہ قرآن مجید سے متعلق چند مشورے

قرآن مجید کے مطالعے کا آپ کا فیصلہ نہایت اہم اور مبارک ہے۔ پچھلے صفحات میں قرآن مجید کے بارے میں آپ نے جان لیا کہ یہ دنیا کی عام کتابوں کی طرح نہیں ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہدایت اور رہنمائی کو پورا کرتی ہے۔ بلکہ اس کو ہترین طریقے سے پورا کرتی ہے۔ دنیا کی کسی کتاب کے ساتھ انسان کی دنیوی فلاح اور کامرانی اور اخروی نجات اس طرح وابستہ نہیں جس طرح قرآن مجید کے ساتھ ہے۔ چنانچہ یہ کتاب آپ کی محسن ہے۔ اس کتاب کا احسان ہے کہ وہ سچائیاں اور حقائق بتاتی ہے جو ہم نہیں جانتے۔ حقائق کو جاننا ہی نہیں، ماننا بھی ضروری ہے۔ کیوں کہ حقائق کو جانے بغیر انسان اپنے خالق اور پالنہار و معبدود حقیقی سے بے خبر اور مقصود زندگی سے نا آشنا رہے گا۔ موت کے بعد یہاں اس کو ایک ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے لیے اس نے دنیا میں کوئی تیاری سرے سے کی ہی نہیں۔ یہ ہمیشہ کی ناکامی کا سودا ہو گا۔

قرآن مجید کے مطالعہ کے آغاز میں ان حقائق کو آپ تسلیم کر کے آگے بڑھیں۔ یوں تو دنیا کی زندگی امتحان ہے۔ اس لیے یہاں آزادی ہے کہ انسان قرآن مجید کی ہدایت کو قبول کرے یا انکار کرے۔ لیکن اللہ کے سامنے اس کا حساب آخرت میں دینا ہو گا۔

مطالعہ قرآن مجید کا آغاز کرتے ہوئے آپ اسے مسلمانوں کی کتاب یا قومی صحیفہ سمجھ کر نہ پڑھیں، بلکہ آپ کے سامنے یہ حقیقت رہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہدایت ہے، جو تمام انسانوں کے لیے ہے۔ آپ یہ فیصلہ کریں کہ میں اپنے خالق اور پالنہار کی ہدایت کا طلب گار ہوں اور اس

لیے کتاب الٰی کا مطالعہ کرنے چلا ہوں۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے مطالعہ کے وقت نیت یہ نہ ہو کہ معلومات میں اضافہ ہو جائے، یا قرآن مجید کے اسکالر بن جائیں، یا ایک ماہر قرآن مجید بن جائیں۔ قرآن مجید کے مطالعہ کے دوران نیت صرف یہ ہو کہ اللہ کی پدایت اور رہنمائی سے واقف ہو جائیں۔

مطالعہ قرآن مجید کی راہ کا سب سے بڑا شمن شیطان ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پدایت کو ٹھکر کر اس کا باغی اور نافرمان بن گیا۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان کبھی اسی بغاوت کی راہ پر چلے۔ اس لیے آپ اللہ سے پہلے قدم پر دعماً نگ کر آگے بڑھیں کہ قرآن مجید کو صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق ملے، شیطان کی ڈالی ہوئی رکاوٹوں سے اللہ آپ کو بچا لے۔

قرآن مجید کے مطالعے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے قلب و ذہن میں پہلے سے جو خیالات اور نظریات موجود ہیں، ان کو الگ کھیں اور صاف سترے ذہن کے ساتھ مطالعہ شروع کریں۔ اس طرح قرآن مجید کو سمجھنے میں تعصبات، نفرت اور غلط فہمیوں کو رکاوٹ نہ بننے دیں۔

مطالعہ قرآن مجید کے دوران سوالات، اجھنیں اور شکوہ پیدا ہو سکتے ہیں۔ جب کبھی ایسا ہو تو آپ فوراً کوئی رائے قائم کر کے مطالعہ بند نہ کر دیں، بلکہ مطالعہ جاری رکھیں۔ جیسے جیسے آپ آگے بڑھیں گے، آپ کے سوالوں کے جوابات مل جائیں گے اور اجھنیں صاف ہو جائیں گی۔ اگر پھر بھی ایسا نہ ہو سکے تو ان کو نوٹ کر لیں اور دوسری مرتبہ مطالعہ میں وہ صاف ہو جائیں گی یا پھر قرآن کے کسی عالم سے رجوع کریں۔

قرآن مجید جب آپ کے سامنے ہو گا تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں عربی متن (Text) ہے، یہی قرآن مجید ہے۔ اس کا ترجمہ ہندی یا کسی دوسری زبان میں ہو گا۔ عربی میں قرآن مجید کا متن (Text) خدا کی طرف سے ہے۔ اس میں ایک لفظ بھی کسی انسان کا، بیان تک کہ حضرت محمد ﷺ کا بھی شامل نہیں ہے۔

آپ سے توقع ہے کہ قرآن مجید کے مطالعے (Study) کے موقع پر اس کلام الٰی کا ضرور احترام کریں گے۔ نہاد ہو کر اس کا مطالعہ کریں۔ تحکمے ماندے ہوں یا غنوڈگی طاری ہو تو

قرآن مجید ہر انسان کے لیے رہنمائی کتاب

مطالعہ مفید نہیں ہوگا۔ عام طور پر لوگ عربی متن (Text) نہیں پڑھ سکتے، لیکن کائنات کے خالق و مالک اور پا انہار و معبدوں کے کلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ تو سکتے ہیں اور برکت حاصل کر سکتے ہیں۔ ویسے آپ عربی زبان سیکھ لیں تو بہت اچھا ہے۔

مطالعہ قرآن مجید کے سلسلے میں ایک مشورہ یہ ہے کہ روزانہ باقاعدگی، پابندی اور ترتیب سے مطالعہ کریں۔ چند منٹ آپ کے صرف ہوں گے، لیکن یہ مطالعہ باعث خیر ثابت ہوگا۔

کتابیات

- ۱- تفہیم القرآن (چھ جلدیں)، مولانا سید ابوالا علی مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۸،
 - ۲- ترجمہ قرآن مع مختصر حواشی، مولانا سید ابوالا علی مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۷،
 - ۳- قرآن مجید کا تعارف، مولانا صدر الدین اصلاحی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۶،
 - ۴- معلومات قرآن، علی اصغر چودھری، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۸،
 - ۵- تاریخ افکار و علوم اسلامی (اول)، علامہ راغب الطباخ، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۳،
 - ۶- فلسفے کے بنیادی مسائل (قرآن حکیم کی روشنی میں)، مولانا امین احسن اصلاحی، قرآن و سنت اکیڈمی، نئی دہلی، ۲۰۰۱،
 - ۷- وہی علم اور سائنس، ڈاکٹر محمد ریاض کرمانی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۳،
 - ۸- علم جدید کا چیلنج، وحید الدین خان، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ، ۱۹۹۰،
 - ۹- علوم القرآن، ڈاکٹر جبھی صاحب، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۸،
 - ۱۰- محاضرات قرآنی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، اریب پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۵،
 - ۱۱- علوم القرآن، مولانا محمد تقی عثمانی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ۲۰۰۵،
 - ۱۲- عظمت قرآن، وحید الدین خان، گڈورڈ بکس، نئی دہلی، ۲۰۰۳،
 - ۱۳- اسلامی نظام حیات، پروفیسر خورشید احمد، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، ۲۰۱۶،
 - ۱۴- حقیقت نبوت، مولانا محمد فاروق خان، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۲،
 - ۱۵- حقائقِ اسلام، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۰۸،
 - ۱۶- اسلام کی امتیازی خصوصیات، مولانا محمد جرجیس کریمی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۲۰۱۲،
-